إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

رجسٹرڈ ایل نمبر

THE ALFAZL QADIAN

اخبار الفضل قادیان

فی پرچہ ۱/



جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء) میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا۔

| نمبر ۸۲ | مورخہ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۵ شوال سنہ ۱۳۴۶ھ | جلد ۱۵ |
|---|---|---|---|---|




## مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو جمعرات کے روز گلے اور سر درد کی بہت تکلیف رہی۔ اور بخار بھی رہا۔ اسی وجہ سے حضور جمعہ کی نماز کے لئے تشریف نہ لا سکے۔ اور جناب مولوی سرور شاہ صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ آج ۱۴ اپریل تخفیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

۱۳ اپریل مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں میجک لینٹرن کے ذریعہ سکاؤٹنگ کے متعلق لیکچر دیا۔ اور تصاویر دکھائیں۔

گورنمنٹ پنجاب کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے ایک نمائشی موٹر [illegible]

## مرثیہ وفات حسرت آیات

## شہزادہ عبدالمجید خاں صاحب شہید مبلغ ایران

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر)

کس طرح روکوں الٰہی چشم دریا بار کو
میں کہاں لیجا کے پھینکوں اپنے سینہ کی جلن
سینہ صد چاک کو میرے رفو کرتا ہے کون
اشک پیہم چشم درافشاں سے جاری ہیں مگر
یہ ہے خون دل کی اب زہنی جڑھی ہے دوستو
غم نے ریشم کی سی دل میں اک لگا دی ہے گرہ

کہہ کے کیا سمجھاؤں یارب اس دل ناچار کو
کس کے سر جا کر منڈھوں اس دیدۂ خونبار کو
کام میں لاتا ہے کون ان آنسوؤں کے تار کو
کوئی جوہری ہو تو لے ان موتیوں کے ہار کو
آ ؤ رنگ لو اپنے اپنے دامن رخسار کو
کھولتا ہے کون میرے عقدۂ دشوار کو

# انجمن احمدیہ دہلی کا سالانہ جلسہ

ہمارا سالانہ جلسہ ۳۰؍۳۱؍ مارچ اور یکم اپریل کو پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوا بیرونجات کی جماعتوں میں سے میرٹھ۔ پانی پت۔ حصار۔ شاہجہانپور۔ بلب گڑھ سے احباب شریک جلسہ ہوئے۔ اور علیگڑھ سے خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سب جج تشریف لائے۔ جلسہ سے قبل مختلف اشتہارات چھپواں اور تقسیم کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک چٹھی ایک ایک کاپی پروگرام کے ساتھ لفافوں میں رکھکر شہر کے مختلف حصوں میں معززین کے ہاتھوں میں پہنچائی گئی تھی۔ موجودہ فضا کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمنے پروگرام میں کبھی زیادہ تر ایسے مضامین رکھے تھے۔ جن کے ساتھ سب مسلمانوں کے فوائد وابستہ تھے۔ اور حتی الوسع اس امر کی پوری سعی کی گئی تھی۔ کہ آپس میں تصادم نہ ہو۔ مگر مولویوں کا طبقہ بھلا کس طرح خاموش رہ سکتا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو روکنے کے لئے ایک فتویٰ قادیانیوں کی شرارت کے عنوان سے شائع کیا جس میں ملا پارٹی کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا۔ کہ ”حج بیت اللہ کے مناظر بذریعہ میجک لینٹرن دکھانا اسلام کی توہین ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ نیز ان کے جلسوں میں شرکت کرنا قطعی ناجائز اور حرام ہے۔ چونکہ فرقہ ضالہ مرزا غلام احمد کے پیرو ہے۔ اور ان کے کفر و ارتداد پر متفقہ فتویٰ علماء کا ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان سے علیحدہ رہنا ہر مومن۔ مومنہ کا فرض ہے“۔

غرضکہ انہی شرارت کے ساتھ اس طبقہ نے مخالفت کی۔ لیکن ہم اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتے ہیں۔ کہ مولویوں کی مخالفت کے باوجود اس کثرت سے لوگ جلسہ میں شامل ہوئے کہ اب تک کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اس سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ واقعی خدا کے کام بندوں سے رک نہیں سکتے۔ وہاں اس امر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمان اب ملا طبقہ کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ اور سمجھ چکے ہیں۔ کہ ان کے فتووں نے ہی مسلمانوں کو ہر موقعہ پر ذلت اور تباہی کے گڑھے میں گرایا ہے۔ اس لئے وہ اب ایسے فتووں کی حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ جناب حافظ روشن علی صاحب کے شب کے لیکچر حضرت سرور کائنات کے دنیا پر احسانات اور اسوۂ صحابہ میں مسلمانوں کے لئے سبق۔ جب بیان ہوئے تو لوگوں پر ایک سناٹے کا عالم تھا۔ اور لوگوں نے کہا ہمنے اپنے مولویوں کو آج تک اس خوبی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ پھر جب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر نے حج بیت اللہ کے ایمان افزا مناظر اور دوسرے دن دنیا میں اسلام کس طرح پھیل رہا ہے بذریعہ میجک لینٹرن دکھائے۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ ہمارے مولویوں کو اتنی توفیق تو نہ ملی کہ باہر نکل کر اسلام کی خدمت کرتے۔ ہاں گھروں میں بیٹھکر فتوے لکھنا جانتے ہیں۔ خود تو کچھ کرتے نہیں۔ اور اگر دوسرے کام کرتے ہیں۔ تو ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

مولوی اللہ دتا صاحب کا لیکچر مسئلہ چھوت چھات پر خصوصیت سے قابل ذکر ہے جسے لوگوں نے نہایت توجہ کے ساتھ سنا۔

۲؍ اپریل کی شب کو مستورات کا جلسہ خان صاحب برکت علی خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کے مکان پر منعقد ہوا جس میں جناب حافظ صاحب نے تقریر فرمائی۔ نیر صاحب نے میجک لینٹرن کے ذریعہ اشاعت اسلام کے نظارے دکھلائے۔

۳؍ اپریل کی شب کو نئی دہلی میں نیر صاحب کا میجک لینٹرن لیکچر ہوا جس میں کافی تعداد میں ہندو اور مسلمان شامل ہوئے۔ خاکسار عبد الحمید سکرٹری تبلیغ نئی دہلی

---

حادثات دہر نے سینہ کو چھلنی کردیا
واہ! لوٹا بھی تو لوٹا خانۂ نادار کو

شدت غم نے گلا گھونٹا ہے میرا اس طرح
مثل گونگے کے ترستی ہے زباں گفتار کو

شمع آسا اندر پنہاں سے گھلا جاتا ہوں میں
گھن لگایا کس نے یارب میری جان زار کو

اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھا ہوں اک اسلاح
شام کو لے بیٹھتے ہیں جس طرح بیمار کو

اے غم صبر آزما یہ میہمانی تا بکے
تیری خدمت کیلئے ڈھونڈھوں کہاں غمخوار کو

اے جنون شور افزا میرا سر ہوتا ہے کیوں
خانہ ویران۔ گھورتا ہے کیوں در و دیوار کو

تیرے سر پر خاک۔ جا کر ٹکر دے سر کو پھوڑ
یا بلالے اپنی ٹکر کے لئے کہسار کو

اے غبار وحشت دل دور ہو پیچھا نہ لے
خود لئے بیٹھا ہوں میں سینہ میں دشت خار کو

مجھکو زنجیروں کا کھٹکا ہے نہ زنداں کا ہراس
غم کے ہاتھوں کھو چکا ہوں قوت رفتار کو

بخت خوابیدہ کا شکوہ اے غم رقت ہو جب
تو جھپکنے دے جو اک پل دیدۂ بیدار کو

ٹھہر جا اے جوشش گریہ کہ دم گھٹنے لگا
سانس لینے دے کوئی دم مجھ نحیف و زار کو

دل ہتاسہ کی طرح آنکھوں میں آکر آگیا
تا نہ رو دیں یاد کے شربت دیدار کو

میں ہوں مبہوت الم ایسا کہ میری کیفیت
پھیرتی ہے سر پر اٹھائے خانۂ خمار کو

گردش سر میں ہے میرے گردش جام و سبو
ہوش میں لاتی ہے یہ ہر بیخود و ہشیار کو

سوز غم سے جل گئے ہیں میرے وہ بیری کشش
دور ہی سے کھینچتی ہے برش تلوار کو

جو کر دی بھولا ہے مجنوں میری وحشت دیکھ کر
آبلہ پائی ہزار رکھتی ہے دشت خار کو

میرے سینہ میں صف ماتم بچھا ہو وہ نظر
جس نے اب تکرار رکھا ہے ترے کہسار کو

مجھکو تو رونا پڑا ہے گریہ غم خوار کا
بھاڑ میں پھینک دے ڈالو طعنۂ اغیار کو

اے غم مرگ اخی۔ شہزادہ عبد المجید
میرے دل میں رہ کے تازہ رکھو سدا یاد شہید

---

مرحبا اے فخر قوم اے فخر ملت مرحبا
آفریں صد آفریں اے مرد میدان وفا

یوں تو مرنے کو مرا کرتے ہیں انساں رات دن
تو نے مر کر اے اخی! اسلام کو زندہ کیا

زندۂ جاوید ہیں مرتے ہیں جو دیں کیلئے
نام کو تیرے مٹا سکتا نہیں دست فنا

تیری صورت ہے گو نظروں سے اوجھل ہے مگر
پھرتی ہے آنکھوں میں دیکھے ہے پیکر صدق و صفا

سختیاں جھیلیں رہ مولا میں تو نے رات دن
بیکس و بے یار و یاور کام تو کرتا رہا

تجھکو بھولیگی نہ ہرگز سرزمین ایران کی
رات دن جس کے لئے کرتا تھا تو رو رو کر دعا

کھو چکا تھا خانداں تیرا حکومت ظاہری
تیرے رب نے باطنی تجھکو حکومت کی عطا

تو ز رد خالص تھا نسل فارسی میں بیگماں
بھٹی ابتلائے فارس نے تجھے کندن کیا

تیری وہ شہزادگی گم کردہ پھر قائم ہوئی
اہل فارس کا دیا تجھکو خدا نے مرتبہ

تجھکو گو طہران میں کھینچ ہو دنیا لے دشمن
سچ تو یہ ہے تو وطن میں اپنے جاکر سو رہا

تو نے صدہا سال کی ظلمت کا پردہ پھاڑ کر
اہل فارس کو دکھائی نور حق کی پھر ضیا

بعثت ثانی احمد سے ملا تجھکو شرف
اہل فارس کیلئے تو ثانی سلمان تھا

بیتو او بے سر و ساماں تھا پردیس میں
دولت ایماں سے لیکن تیرا کیسہ تھا بھرا

صورت زیبا تری تھی مہر و وفا کا آئینہ
سیرت پاکیزہ تیری جوہر حلم و حیا

موت تیری تیرے مولا کا پیام وصل تھی
اے زہے قسمت کہ تو مولے سے اپنے جاملا

تیرے مرنے پر ہو قرباں جان گو ہر اے اخی
خوش نصیب اس کے میسر ہو جسے قرب خدا

ہے حیات طیبہ موت اس ہمایوں بخت کی
شربت کوثر پلائے جس کو دست مصطفےٰ

شاد باش و زندہ باد اے بلبل سدرہ نشیں
ہم صفیران چمن فرقت سے ہیں تیرے حزیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۸ء

# سوراج یا ہندو راج

(۱)

ہندو پریس اور ہندو لیڈر آئے دن یہ دعوےٰ نہایت بلند آہنگی سے کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سوراج کی خواہشمند اگر کوئی قوم ہے۔ تو وہ صرف ہندو قوم ہے اور وطن کی آزادی کے لئے کوئی قوم ہندوؤں سے بڑھکر قربانیاں کرنے پر مستعد و آمادہ نہیں۔ ہندو ہی ملک سے فرقہ دارانہ سپرٹ ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو انگریز پرستی اور ہندوستان کی غلامی کے خواہاں ہونے کے طعنے دیتے رہتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ہندو قوم موجودہ نظام حکومت کو تبدیل کرکے ایک نیا نظام قائم کرنے کی خواہشمند ہے۔ اور اس کے لئے کوششیں بھی ضرور کر رہی ہے۔ مگر اس کا نام سوراج یا ہندوستانی حکومت رکھنا ایسا ہی غلط ہے۔ جیسا دن کو رات کہنا۔

ہندو اگر اتنا ہی گوارا کرتے۔ کہ مسلمان بھی ہندوستان میں زندگی کے دن گذار لیں۔ تو وہ ضرور ملکی اور سیاسی معاملات کے متعلق کسی مفاہمت پر آمادگی کا اظہار کرتے۔ اور سمجھوتہ اور تصفیہ حقوق کی ہر کوشش کو جس پر ہندوستان کے امن کے قیام کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ یوں پائے استحقار سے نہ ٹھکرا دیتے۔ جس طرح اب ٹھکرا رہے ہیں۔ لیکن ایسا تو تب کرتے۔ جب مسلمانوں کی ہستی ان کے نزدیک کچھ وقعت بھی رکھتی۔ کیونکہ دنیادار لوگ مفاہمت ہمیشہ اس وقت کرتے ہیں۔ جب فریق ثانی کی قوت اور طاقت کو اپنے مساوی یا قریب قریب مساوی سمجھتے ہوں۔

مسلمانوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ کوئی ایسی قرارداد ہندو منظور کریں۔ جس پر دونوں اقوام میں سمجھوتہ ہو سکے۔ اور اس کے لئے انہوں نے اپنے جائز اور واجبی حقوق کی قربانیاں کرنے پر بھی آمادگی کا اظہار کرنے سے دریغ نہ کیا۔ لیکن مسلمان جس قدر جھکے۔ ہندو اتنے ہی زیادہ اکڑے۔ اور آج تک کسی مفاہمت پر آمادہ ہوتے نظر نہیں آتے۔ چنانچہ روز بروز یہ امید ایک وہم اور خیال سے تبدیل ہوتی جارہی ہے کیونکہ ہندوؤں کی ہر مجلس ہر جلسہ اور ہر کانفرنس اس خیال کو "محال است و جنون" ثابت کر رہی ہے

۲۴ مارچ کو اجودھیا میں اودھ ہندو کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

(۱) تمام انتخابی مجالس میں انتخابات مخلوط ہوں۔

(۲) کسی اقلیت کے لئے کسی حالت میں بھی نشستیں مخصوص نہ ہوں۔

(۳) سندھ کو بمبئی سے علیٰحدہ کرنا اور ایک مستقل صوبہ بنانا بالکل غیر ضروری ہے۔ اور یہ ملک کے بہترین مفاد کے لئے نقصان رساں ہے۔

ان کے ساتھ ہی اودھ ہندو کانفرنس نے ہندو مہاسبھا سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ ماہ مئی میں آل پارٹیز کانفرنس جو بمبئی میں ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے منعقد ہونے والی ہے۔ اس میں سبھا کے جو نمائندے شامل ہوں۔ انہیں ہدایت کر دی جائے۔ کہ انہی اصول کو پیش نظر رکھکر وہ دوسری قوموں کے نمائندوں سے باہمی سمجھوتہ کے متعلق گفت و شنید کریں۔

ناظرین ان اصول کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور غور کریں۔ کہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی کی کوشش اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے گویا اودھ ہندو کانفرنس کا منشا یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو مخلوط انتخاب کے ذریعہ تمام ملکی کانسٹی ٹیوشنز پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور دوسری طرف کوئی ایسی تجویز منظور نہ کی جائے۔ جس کی وجہ سے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصۂ ملک میں بھی مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہو سکے۔ حالانکہ اس سے قبل آل پارٹیز کانفرنس میں اور پھر آل انڈیا کانگریس میں سندھ کی علیٰحدگی کو ضروری قرار دیا جاچکا ہے۔

غرضیکہ اودھ ہندو کانفرنس نے مسلمانوں کو تمام ملکی حقوق اور فوائد سے محروم کرکے ڈاکٹر مونجے اور دیگر ہندو لیڈروں کے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے۔

اور سنیئے۔ اسمبلی کے بعض ارکان نے سرکاری طور پر سرحد کا دورہ کیا ہے۔ ان کے ورود بنوں پر ہندو اور سکھوں نے ملکر ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ جس میں سرحد میں نفاذِ اصلاحات کی مخالفت کی گئی۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ بیان کی۔ کہ

"اصلاحات ہماری بہت ہی چھوٹی اقلیت کے باعث ہماری جماعتوں کے بہترین مفاد کے منافی ہونگی"

پھر مسلمانوں کے خلاف اپنے بغض و عناد کے جذبات کا اظہار بایں الفاظ کیا گیا۔

"ہم ایسے لوگوں کے درمیان زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ جو خلقاً بہت شعلہ مزاج واقع ہوئے ہیں۔ اور اگر انتظامی مشینری میں ذرا بھی کمزوری پیدا ہوئی۔ تو ہماری جانیں اور مال محفوظ نہیں رہیں گے"

ہندوؤں کے یہ الفاظ بالکل واضح ہیں۔ مطلب سرحد میں نفاذِ اصلاحات ان کی اقلیت کے مفاد کے منافی ہیں اس لئے اصلاحات نافذ نہ کی جائیں۔ مگر اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کسی صوبہ میں کسی ایک قوم کی اقلیت اس امر کی مقتضی ہو سکتی ہے۔ کہ اس صوبہ کو اصلاحات سے بھی بالکل محروم کر دیا جائے۔ تو جن جن صوبوں میں مسلمانوں کی اقلیت ہے وہاں کے لئے اصلاحات چھوڑ سوراجیہ کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے۔ اگر سرحد میں ہندوؤں کی بہت چھوٹی اقلیت کے بہترین مفاد کے تحفظ کے لئے اصلاحات کا نفاذ خلاف انصاف ہے۔ تو بمبئی مدراس۔ سی۔ پی اور یو۔ پی وغیرہ صوبجات سے بھی اصلاحات سے واپس لے لینی چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کی "بہت ہی چھوٹی اقلیت کے بہترین مفاد" کے منافی ہیں۔ اگر ہندو اس توازن پر رضامند نہیں ہو سکتے۔ تو ہمیں مجبوراً ان کی نیت پر شبہ کرنا پڑے گا۔ کہ ان کا مقصد محض مسلمانوں کے حقوق کی پامالی ہے۔ نہ کہ انصاف پسندی۔

کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بنوں کے ہندوؤں نے ظاہر کیا ہے اہل سرحد خلقاً شعلہ مزاج واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ حکومت وہاں نفاذ اصلاحات کرکے انتظامی مشینری میں کمزوری کا موجب ہوکر ان کے جان و مال کے لئے خطرات پیدا نہ کرے۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ان کو آزاد قبائل میں سالہا سال سے کاروبار کرنے کے باوجود اس قدر شدید نقصانات مال و جان اٹھانے پڑے ہیں۔ جتنے مسلمانوں کو اس وقت تک دیگر صوبوں میں تعلیم یافتہ، بردبار، متحمل اور نرم مزاج ہندوؤں کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے ہیں۔ واقعات کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ اس قدر مشہور اور کثرت سے ہیں۔ کہ ہر ایک ان سے بخوبی آگاہ ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے وسیع الحوصلہ اور ملک کے بہی خواہ ہونے کا اعتراف ہر منصف مزاج انسان کو پڑے گا کیونکہ آج تک مسلمانوں نے باوجود بعض صوبوں میں نہایت قلیل التعداد ہونے کے وہاں اصلاحات جاری ہونے کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ وہ مخلوط انتخاب کے نقصانات کو جانتے ہوئے محض ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے اس کے لئے ابھی آمادہ و تیار ہو گئے۔

## مسلمانوں کا نفاق اور ہندوؤں کا اتفاق

عالمگیر اخوت اور رواداری کی تعلیم کے لحاظ سے کوئی دوسرا مذہب [illegible] نہیں کر سکتا۔ اسلام نے تمام بنی نوع انسان [illegible] کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آنے کا ارشاد [illegible] یہ بات ظاہر ہے۔ کہ جو مذہب اغیار کے ساتھ ہمدردانہ [illegible]

برتاؤ کا حکم دیتا ہو۔ اس کی تعلیم اپنوں سے سلوک کے متعلق کس درجہ اہم ہوگی۔

اسلام کی رواداری کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ ہمارے آقائے نامدار سرورِ دوجہاں نے عیسائیوں کے ایک وفد کو اپنی مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت فرمائی۔ مگر افسوس مسلمانوں کی بدقسمتی سے جہاں دوسرے اسلامی خصائص آہستہ آہستہ ان سے چھوٹ چکے ہیں۔ وہاں یہ دونوں اوصاف بھی جو اسلام کے امتیازی نشانات ہیں۔ ان میں نظر نہیں آتے۔ اور مسلمانوں کی ہر بستی۔ ہر محلہ۔ ہر مجلس بلکہ ہر مسجد میں نفاق و شقاق کا نامراد مرض دکھائی دیتا ہے۔ اور اب حالت روز بروز خطرناک ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ کراچی کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ۲۴۔ مارچ بروز عید عیدگاہ میں وہاں کے سنی اور وہابی مسلمانوں میں سخت ہنگامہ برپا ہوا۔ جس میں کئی مسلمان بری طرح مجروح ہوئے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ اسلام جس کے بانی نے اپنی مسجد کے دروازے عیسائیوں کے لئے کھولدیئے تھے۔ اسی کے ماننے والے آج آپس میں ایک دوسرے کو محض اس لئے خاک و خون میں تڑپا رہے ہیں۔ کہ وہ اتنا بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ مسلمان کہلانے والے بھائی عیدگاہ میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوکر عید کے دو نفل ادا کر سکیں۔

اس کے برعکس ہندوؤں کو دیکھئے۔ ان میں ہزارہا اصولی اختلافات ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ زمانہ کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس وقت تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھکر متحد و متفق ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے سناتن دھرمی آریہ سماج کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر رہے تھے۔ مگر آج یہ حالت ہے۔ کہ وہ اس کے پروپیگنڈا میں ہر طرح مدد کر رہے ہیں۔ چنانچہ اجمیر میں آریہ سماج کے سالانہ جلسہ کے نگر کیرتن کا ذکر کرتے ہوئے ملاپ (۷، اپریل) لکھتا ہے:-

"اب کے اس کے نگر کیرتن میں ہندو سبھا سناتن دھرمی اور دوسرے تمام بھائی شامل ہوئے تھے"۔

ہماری دعا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا کرے تاکہ وہ ایک دوسرے کی استعانت کریں۔ اور کم از کم عبادت الٰہی کرنے کے جرم میں تو ایک دوسرے کے خون نہ بہائیں۔

## آریہ اور ملکانے

سمجھ میں نہیں آتا۔ آریہ صاحبان صریح [illegible] بھی کیوں نہیں شرم محسوس کرتے۔ ۲۵ مارچ [illegible] لکھتا ہے:-

"ایک وقت تھا۔ کہ تحریک شدھی کی ہستی کو احمدی تسلیم کرنے کو ہی تیار نہ تھے۔ یو۔ پی کے اضلاع میں ملکانے ہزاروں کی تعداد میں شدھ ہوتے تھے۔ اور احمدیوں اور مسلمانوں کی تبلیغی ایجنسیاں تھیں۔ کہ جاہل مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کہتی تھیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خدا کے فضل سے ملکانے سب محفوظ ہیں۔ اور ان میں سے ایک بھی شدھ نہیں ہوا"۔

ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں آیا۔ جب احمدیوں نے یہ کہا ہو۔ کہ سب ملکانے محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک بھی شدھ نہیں ہوا۔ ہم نے جو کچھ کہا۔ اور جواب بھی کہنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ملکانے آریہ دھرم کو سچا سمجھکر اور نیوگ وغیرہ کی فلاسفی اور خوبی سے آگاہ ہوکر اشدھ نہیں ہوئے۔ بلکہ آریوں کی چالبازیوں اور اپنی غربت اور افلاس کا شکار ہوگئے ہیں۔ ہمارا یہ ایسا دعوےٰ ہے جس کی تردید کی قطعاً آریوں میں ہمت نہیں ہے۔

## فرضی ہندو مُسلم اتحاد کی نقاب کشائی

گزشتہ پرچہ میں ہم امرتسر کے ان مسلمانوں سے جنہوں نے عید کے دن ہندوؤں کے ہاتھوں ٹھنڈے شربت پئے تھے کہا تھا۔ کہ اگر ہندوؤں نے فی الواقعہ محبت اور الفت کے جذبات سے متاثر ہوکر انہیں شربت پلایا تھا۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اس اظہار محبت کے طریق کو مسلمان بھی اختیار نہ کریں۔ تو وہ ہندوؤں کے کسی تہوار پر بر عائت موسم ٹھنڈے شربت یا گرم چائے سے ان کی تواضع کریں۔ پھر دیکھیں۔ کہ ہندو ان کی ایسی دعوت کو منظور کرتے ہیں۔ یا انہیں ناپاک اور نجس قرار دیکر رد کر دیتے ہیں۔

اب ہمیں لاہور کے ایک نئے معاصر "انکشاف" (۴، اپریل) سے معلوم ہوا ہے۔ کہ امرتسر کے مسلمانوں نے رام نومی کے تہوار پر شربت وغیرہ سے جب ہندوؤں کی تواضع کرنی چاہی تو انہوں نے منظور نہ کیا۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے:-

"اس دفعہ مسلمانوں نے اپنے ہندو بھائیوں کی خاطر شربت اور دودھ کی سبیل لگائی۔ اور بظاہر اپنے دلی پیار اور الفت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن ان کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ جب ہندو بھائیوں نے ان کے جذبات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تنگدلی اور کوتاہ نظری کا ثبوت دیا۔ اور ۱۹۱۹ء کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ کا پانی اور شربت وغیرہ نہ پیا۔ مسلمان اس امید میں تھے۔ کہ ہندو نہایت کشادہ دلی اور محبت سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے پانی کو بلا تکلیف پیئیں گے۔ لیکن ادھر دلی کا دشمن کیا دو [illegible] لم تھا کہ باوجود سبیل والوں کی چیخ و پکار کے سوائے دو تین [illegible] ہندوؤں نے ایک گھونٹ بھی پانی نہ پیا۔ بلکہ الٹا ان پانی پینے والے غیر مسلم افراد کے برخلاف کانا پھوسی کرنے میں مشغول رہے۔ اور ہندو تشنگان جلوس سیوا سمتی مہابیر دل اور ہندو مہاسبھا کی سبیلوں سے اپنی پیاس کو بجھاتے رہے"۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کو شربت پی لینے پر ہندو مسلم اتحاد کا دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ وہ بتائیں۔ رام نومی کے موقعہ پر وہ خشک ہوگیا ہے۔ یا ابھی اس میں کچھ باقی ہے۔ اور اس کے خشک کرنے والے کون ہیں۔ ہندو یا مسلمان۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندو اگر مسلمانوں کو کبھی نہ کبھی ڈھنگ سے اپنی کوئی چیز کھلاتے ہیں۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ وہ محبت اور الفت کے جذبات سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں میں جو چھوت چھات کی تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ اسے نقصان پہونچائیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ ہندو مسلمانوں کے ہاتھوں شربت چھوڑ دودھ پینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

ہم ان مسلمانانِ امرتسر کو قابل تعریف سمجھتے ہیں جنہوں نے اس قدر جلدی اس ناگوار اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی جو عید کے دن ہندوؤں کے ہاتھوں شربت پینے سے ہو سکتا تھا۔

## معاصر فاروق کا دورِ جدید

نہایت خوشی کی بات ہے۔ کہ معاصر "فاروق" نے کچھ عرصہ بند رہنے کے بعد اپنا نیا دور شروع کر دیا ہے۔ اور ۱۰؍اپریل ۱۹۲۸ء سے دوبارہ ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ "فاروق" کے ایڈیٹر جناب میر قاسم علی صاحب کی شخصیت اور قابلیت بفضل خدا ایسی نہیں۔ جس کے تعارف کے لئے ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت ہو۔ ان کی عمر کا بہت بڑا حصہ تحریر و تقریر کے ذریعہ سلسلہ کی خدمت گذاری میں گذر چکا ہے۔ اور وہ آئندہ بھی اسی زور شور سے اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ان کے اخبار کی کم از کم اتنی تو اشاعت ہو۔ کہ وہ اپنے اخراجات آپ برداشت کر سکے۔ اس کے لئے جناب میر صاحب نے صرف پانچ سو خریداروں کے لئے اپیل کیا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا پورا کرنا مشکل ہو۔ اس وقت تک دو سو کے قریب خریدار ہو چکے ہیں۔ باقی تین سو بہت جلدی مہیا ہونے ضروری ہیں۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ جلد سے جلد خریدار بنا کر "فاروق" کو اطمینان اور تسلی کے ساتھ خدمت دین بجا لانے کے قابل بنا دیں۔ فاروق ۱۸×۲۲ کے سائز پر ۱۲ صفحہ کا ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ کاغذ عمدہ لگایا جاتا ہے۔ قیمت سالانہ عام خریداروں کے لئے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خطبہ جمعہ*

## جماعت احمدیہ کا حال اور مستقبل

### از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۶ اپریل ۱۹۲۸ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس وقت جبکہ میں خطبہ کے واسطے کھڑا ہوا ہوں جیسا کہ میرا طریق ہے۔ میں

**بغیر کسی مضمون کے سوچنے کے**

یہاں آیا تھا۔ میری طبیعت قدرتی طور پر مضامین کو سوچ کر بیان کرنے سے متنفر ہے۔ سوائے ان مضامین کے جن میں نوٹوں اور حوالوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ مجبوری ہوتی ہے۔ جیسے سالانہ جلسہ کی تقریریں ہیں۔ باقی عام طور پر میں بغیر نوٹوں کے بولتا ہوں۔ اور اس لئے بولتا ہوں۔ کہ ہمیں کیا معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کیا کہلوانا چاہتا ہے۔ میں آج بھی اسی طرح آیا تھا۔ بلکہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنے تک مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیا بیان کروں گا۔ اور کوئی مضمون میرے ذہن میں نہ تھا۔ مگر اس کے بعد اس حالت کو دیکھکر جو ہمارے بیٹھنے کی اس وقت ہے۔ مضمون ذہن میں پیدا ہو گیا۔

یہ میں نے ذکر اس لئے کیا ہے کہ میرا آج کا خطبہ اسی نظارہ کے متعلق ہے۔ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

میں نے بڑی قوموں کی بڑی حالتیں بھی دیکھی ہیں

جیسے

**انگلستان کی پارلیمنٹ**

سفر ولایت کے موقعہ پر میں نے ہاؤس آف لارڈز (رؤسا کی مجلس) اور ہاؤس آف کامنز (نمائندوں کی مجلس) کو بھی دیکھا ہے

ان کی شان و شوکت اور عظمت کو دیکھکر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ واقعی یہ لوگ دنیا پر حکومت کرنے کے اہل ہیں۔ کس قدر عظیم الشان عمارات۔ کتنا قیمتی سامان اور کیسا زبردست پہروں کا انتظام ہے

**پارلیمنٹ کی لائبریری**

کو ہی دیکھکر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔ اگر اس کے کمروں کو آگے پیچھے لمبا کیا جائے۔ تو کئی میل تک لمبی ہو جائے۔ عظیم الشان عمارت کے چاروں طرف دیواروں کے ساتھ ساتھ الماریاں رکھتے گئے ہیں۔ پھر جو قومیں ان سے کمزور ہیں۔ ان کی حالت کو بھی دیکھا ہے۔ میں ایک دفعہ بمبئی گیا۔ تو

**خوجوں کا شادی خانہ**

دیکھا۔ وہاں چونکہ رہائشی مکان اتنے بڑے نہیں ہوتے۔ کہ بیاہ شادیوں میں جو مہمان آئیں۔ وہ ٹھہر سکیں۔ اس لئے ایسے موقعوں کے لئے علیحدہ طور پر انہوں نے مکان بنایا ہوا ہے۔ تاکہ جس کے ہاں شادی ہو۔ وہ اپنے مہمانوں کو وہاں ٹھہرا سکے۔ وہ مکان اس قدر سامان سے آراستہ تھا۔ کہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ ایک بجلی کی روشنی کا ہی ایسا انتظام تھا کہ انسان رات کو دن سمجھتا تھا۔ اس میں ہر قسم کی آرائش اور زیب و زینت کا سامان موجود تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان قوموں کے حوصلے۔ ان کی امنگیں اور ان کے ارادے کوئی ایسے بلند نہیں ہیں۔ خوجہ قوم بے شک بہت مالدار قوم ہے۔ مگر یہ امنگ کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ کہ ساری دنیا پر چھا جائیں۔ بے شک میمن اور بوہرے بہت مالدار ہیں۔ مگر ان کے دماغ کے کسی گوشے میں بھی کبھی یہ بات نہیں آ سکتی۔ کہ ہم دنیا کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ اور نظام عالم میں تبدیلی پیدا کر دیں گے۔ ان کی دولتیں اتنی زیادہ ہیں۔ کہ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جو اس زمانہ میں بھی جبکہ مال و دولت کی کثرت ہے۔ اس قدر مالدار ہیں۔ کہ انفرادی طور پر مدینہ کو خریدنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ مگر ان کے دماغ کے کسی گوشے میں بھی کبھی یہ خیال آیا۔ اور نہ آ سکتا ہے۔ کہ ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ اور دنیا کے موجودہ نظام کو درہم برہم کر کے ایک نیا نظام جاری کرنا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایک اور قوم ہے جو اپنے مال اپنی دولت اپنی عزت۔ اپنی تعداد اور اپنے اثر و رسوخ کے لحاظ سے دنیا کی شائد

**تمام منظم جماعتوں سے کمزور**

اور تھوڑی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس کے دل میں یہ امنگ ہے۔ اور اس کے ارادے اس قدر پختہ اور بلند ہیں۔ کہ اس کا دعویٰ ہے۔ وہ تمام کمزوریوں کے باوجود اور سامان کی کمی کے باوجود

**ساری دنیا میں تہلکہ**

مچا دیگی۔ اور موجودہ نظام کو توڑ کر اور موجودہ دستور کو تہ و بالا کر کے نیا نظام اور نیا کام جاری کریگی۔ اور

**وہ احمدیہ جماعت ہے**

مگر اس کی حالت کیا ہے۔ یہ کہ آج مجلس شوریٰ کے لئے جماعتوں کے نمائندے جمع ہوئے ہیں۔ مگر ان کے لئے اتنی بھی جگہ نہیں ہے۔ کہ سائے میں نماز ہی ادا کر سکیں۔ وہ

**ایک درخت کے نیچے**

بیٹھے ہیں۔ کیونکہ کوئی چھت ان کے سروں کو چھپانے والی نہیں ہے۔ اور وہ آج وہی کہہ سکتے ہیں۔ جو حضرت مسیح نے کہا تھا۔ کہ "لومڑیوں کیلئے بھٹ ہوتے ہیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کیلئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔ (متی ۸ ۂ) رہائش کے لئے گھر تو حضرت مسیح کو بھی نصیب تھا۔ اور وہ جھوٹا آدمی نہ تھا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا نبی تھا۔ جب اس نے یہ کہا کہ ابن آدم کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ تو اس کے یہ معنے نہیں تھے۔ کہ اس کا یا اس کے حواریوں کا گھر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے معنے یہ تھے۔ کہ

**وعظ اور لیکچر کے لئے**

انہیں کوئی مناسب جگہ نہیں ملتی تھی۔ وہی حال آج ہمارا ہے میں نے

**ایک فرانسیسی مصنف**

کی کتاب پڑھی ہے۔ جس نے لکھا ہے۔ میں اسلام کا سخت مخالف تھا۔ اور میرے دل میں سخت تعصب تھا۔ اسی بنا پر میں نے تاریخ اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ مگر جب میں تاریخ اسلام پڑھتے پڑھتے بانیٔ اسلام کے زمانہ میں پہونچا۔ تو ایک نظارہ میرے سامنے آیا جس نے میرے تعصب کو پاش پاش کر دیا۔ اور میرے نقطۂ نگاہ کو بدل دیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ میں اپنی قوت واہمہ کے ذریعہ

**۱۳۰۰ سو سال پیچھے**

گیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ کچھ لوگ میلے کچیلے کپڑے پہنے ایک کچی عمارت میں بیٹھے ہیں۔ ویسے ہی لباس والا ایک آدمی ان کے درمیان بیٹھا ہے۔ ان کے پاس کوئی ساز و سامان نہیں۔ بلکہ ایک ایسے مکان میں بیٹھے ہیں جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت ہے۔ میں اپنی قوت واہمہ کے ذریعہ ان کے پاس پہونچا۔ اور سنا کہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ وہ کہہ رہے ہیں۔ کس طرح دنیا کو فتح کریں۔ اور کس طرح ساری دنیا پر خدا کا دین پھیلا دیں۔ میں ان کی باتوں کو سنا۔ اور پھر تاریخ کے دوسرے صفحات میں دیکھا۔ کہ واقعہ میں چند سال کے بعد انہوں نے دنیا کو فتح کر لیا۔ اور جس دین کو وہ خدا کی طرف سے سمجھتے تھے اسے پھیلا دیا۔ اس وقت میرا دل ڈرا۔ کہ ایسے لوگوں کو کس طرح کوئی جھوٹا کہہ سکتا ہے۔

---

* یہ خطبہ جمعہ حضور نے مسجد نور کے متصل جو بڑ کا درخت ہے اس کے نیچے فرمایا۔ جس کا سایہ ناکافی ہونے کی وجہ سے بہت سے احباب کو دھوپ میں بیٹھنا پڑا تھا۔

متفق ہوں۔ تو یہی کہا جائیگا۔ ہندوستان متفق ہے۔ اور ہماری پرواہ نہیں کریں گے لیکن اگر مسلمان خلاف ہوں۔ تو گو باقی لوگوں کے مقابلہ میں وہ قلیل ہیں۔ مگر بہت قلیل نہیں اس لئے کوئی یہ نہ کہے گا۔ کہ سارا ہندوستان متفق ہے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کا یہی مطلب ہے۔ کہ دنیا پر

## آپ کی صداقت

اس قدر ظاہر ہو جائیگی۔ کہ جو منکر ہونگے۔ ان کا نام استثناء کے طور پر بھی لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

یہ ایک دعوےٰ ہے۔ جو ضرور پورا ہوگا۔ مگر ہماری موجودہ حالت وہی ہے۔ جو آج سے تیرہ سو سال قبل مسلمانوں کی حالت اس فرانسیسی مصنف کو یا اس جیسے لوگوں کو نظر آتی تھی۔ جس نے دیکھا تھا۔ کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے چند لوگ ایک کچے مکان میں بیٹھے دنیا کے فتح کرنے کی سرگوشیاں کر رہے تھے۔

## آج بھی وہی سرگوشیاں

ہو رہی ہیں۔ اگر آج ہمیں کچا مکان بھی نصیب نہیں۔ بلکہ ہم

## بڑ کے درخت کے نیچے

یہ مشورے کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ کہ دنیا کو کس طرح فتح کیا جائے۔ مگر جس طرح ان سرگوشیوں کا خدا تعالےٰ نے عظیم الشان نتیجہ ظاہر کیا۔ اسی طرح اب بھی کریگا۔ اور جس طرح اس وقت لوگ اس نتیجہ کا انکار کرتے تھے۔ اسی طرح اب بھی کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں۔ آج جو سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ ان کا ایسا نتیجہ نکلے گا۔ کہ

## ساری دنیا پر احمدیت کا جھنڈا

لہرائیگا۔ لیکن آج کے منظر کی تصویر اگر لے لی جائے۔ اور اسے کوئی آج سے چھ سات سو سال بعد شائع کرے۔ تو اس وقت کے لوگ انکار کریں گے کہ یہ ہمارے بڑوں کی حالت کی تصویر ہے۔ وہ کہیں گے۔ ہم نہیں مان سکتے کہ وہ ایسے کمزور تھے۔ اس پر یقین کرنے کیلئے ایک

## تیز قوت واہمہ

کی ضرورت ہوگی۔ مگر میں جماعت سے کہتا ہوں۔ ان وعدوں کا مستحق بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس کے لئے دعاؤں پر بہت زور دینا چاہیئے۔ معاملات میں صفائی رکھنی چاہیئے۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنے نفسوں کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔ آپس میں محبت اور اتحاد کا سلوک کرنا چاہیئے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ ابھی بہت ہیں۔ جن کے نفس مردہ نہیں۔ یاد رکھو۔ کہ

## فتح پانے والی قوم

بہت سے امور پر عفو سے کام لیتی ہے۔ انتظامی معاملہ میں سزائیں بھی مجبوراً دینی پڑتی ہیں۔ مگر وہ بھی بھلائی کی خاطر ہوتی ہیں۔ نہ کہ کسی غصہ یا جذبہ کے انتقام کے لئے۔ حدیث میں آتا ہے۔ بعض صحابہ سے خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قطع تعلق کرنیکا حکم دیا۔ مگر وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جاتے۔ تو آپ کن انکھیوں سے ہماری طرف دیکھتے

# مولوی ظفر علی صاحب کی زندگی کا ایک عجیب ورق

مندرجہ ذیل مکتوب ہمیں محض حسن اتفاق سے مل گیا جسے بدیں غرض شائع کیا جاتا ہے۔ کہ عام لوگ اس کے مطالعہ سے استفادہ کریں۔ اس لئے کہ یہ ادبی اعتبار سے مولانائے موصوف کے خصائص تحریر کا بہترین مرقع ہے۔ نیز اس کی تاریخی حیثیت بہت اہم ہے۔ اس لئے کہ مولانا کی سیاسی زندگی کا جو دور آج تک مختلف فیہ رہا ہے۔ اس پر یہ نہایت عمدہ روشنی ڈالتا ہے۔ اور اس دور کی نسبت آخری و قطعی فیصلہ کرنے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں اور بھی کئی خطوط موجود و محفوظ ہیں۔ شائد ہم بتدریج انہیں بھی شائع کرنے کے قابل ہو سکیں۔ لیکن ان میں ایک دستاویز نہایت ہی اہم اور بیش قیمت معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ وہ "طویل الذیل عرضداشت" ہے۔ جو مولانا نے حکومت کی خدمت میں بھیجی۔ اور جس میں اپنی گذشتہ اخبار نویسانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی جو بعض بزرگواروں کی لگاتار سرگرمیوں نے مولانا کی طرف سے سرکار کے دل میں بٹھا رکھی تھیں۔ ہمیں بوثوق معلوم ہوا ہے کہ مولانا نے اس عرضداشت کی تین چار نقلیں کروائی تھیں۔ کاش مولانا خود اس عرضداشت کو شائع فرما سکیں۔ تاکہ اس طرح ان کی خود نوشتہ "سوانحعمری کیلئے" بہترین مواد مہیا ہو جائے ہمیں امید ہے کہ اس عرضداشت کی ایک نقل جلد ہمارے پاس پہنچ جائے گی۔ کم از کم اس وقت تک کی مساعی کا نتیجہ یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس عرضداشت کو انشاء اللہ پورے اہتمام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ والامر بید اللہ سبحانہ وتعالےٰ

مکتوب میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں۔ ہم سردست صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ "سر" ہیں اور دنیاوی اعتبار سے اچھے بلند پایہ شخص ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جن کی حقیقی "ناخدائی" کے بھروسے پر مولانا نے ۲۲ نومبر ۱۹۲۶ء کو اپنی "کشتی" ان کے حوالے کرنے کی سعی فرمائی تھی۔ مولانا کا اصل خط ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(مدیر "انقلاب")

سالار قوم

السلام علیکم۔ جس غائبانہ ہمدردی کا اظہار میرے زمانہ نظربندی میں جناب نے میرے ساتھ فرمایا ہے۔ اور جو کوششیں میری تکالیف کو کم کرنے کے خیال سے جناب نے در پردہ فرمائی ہیں۔ ان کا علم وقتاً فوقتاً مجھے ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اس سے قبل میرے منت پذیر دل کے جذبات امتنان و تشکر کو براہ راست آستانہ عالی پر رسائی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ کوتاہی عزم نہ تھی۔ بلکہ وہ مجبوریاں تھیں جنہوں نے میری زبان پر مہر سکوت لگا رکھی تھی۔ اور میرے قلم کو توڑ رکھا [illegible]

میری آزادی کو سلب ہوئے کامل ایک سال نو مہینے ہوتے ہیں اس عرصے میں جن مشکلات کا مقابلہ مجھے کرنا پڑا ان کی تفصیل سے میں جناب کی ان پریشانیوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا جو سردار قوم ہونے کے لحاظ سے اس پر آشوب زمانہ میں جناب کا حصہ ہیں۔

## سردار کے دروازے پر دستک

اب بعض واقعات سے کشادکار کی صورت نکل آئی ہے۔ اور اسی لئے یہ عریضہ خدمت والا میں بھیج رہا ہوں۔ اس نیاز نامہ میں صرف اس قدر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کہ جب مداخل کا ہر طرح سد باب ہو گیا۔ تو مخارج کا سلسلہ باوجود بہت کچھ قطع و برید کے پھر بھی اس حد تک قائم رہا کہ سفید پوشی بھی چلی جائے تو بہ درجہ مجبوری میں نے سرکار کے دروازہ پر دستک دی اور طویل الذیل عرضداشت میں اپنی گذشتہ اخبار نویسانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے اول تو ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی جو بعض بزرگواروں کی لگاتار سرگرمی نے میری طرف سے سرکار کے دل میں بٹھا رکھی تھیں۔ اور اس کے بعد یہ گذارش کی کہ جب اخبار نویسی سے میرا تعلق ملک کے حق میں اس درجہ مضر سمجھا گیا ہے۔ تو میں اس شغل ہی سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اور دوران جنگ میں یا اس کے بعد اس مدت کیلئے جسے سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ تجویز کرے۔ عہد کرتا ہوں۔ کہ نہ اخبارات سے کوئی تعلق رکھوں گا۔ نہ کوئی جلسہ کروں گا۔ نہ کوئی تقریر کروں گا۔ لیکن چونکہ دنیا چھوڑی نہیں جاتی۔ اور اہل و عیال ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے یا تو مجھے آزاد کیا جائے تاکہ

"روٹی بھی کما کھائے کسی طور مچھندر"

ورنہ مجھے بتایا جائے۔ کہ کسب معاش کی میرے لئے کیا شکل ہو سکتی ہے اسی سلسلہ میں میں نے مجملاً یہ بھی لکھا تھا۔ کہ اگر میں آزاد کر دیا جاؤں تو میرا ارادہ ہے کہ شکر سازی کا ایک کارخانہ وسیع پیمانہ پر پنجاب میں قائم کروں جس کی کامیابی کیلئے جنگ نے دروازہ کھول رکھا ہے۔

## عرضداشت کا جواب

میری اس عرضداشت کے جواب میں مسٹر ٹامکنسن ڈپٹی انسپکٹر جنرل محکمہ تفتیش جرائم نے (کہ گورنمنٹ کے ساتھ میری خط و کتابت انہیں کی وساطت سے ہوا کرتی ہے۔) لکھا کہ گورنمنٹ آپ کو کرم آباد میں ضرورت سے زیادہ ایک منٹ کیلئے بھی مقید رکھنا نہیں چاہتی اور جب آپ [illegible] قطع تعلق کرنے اور جلسوں کے انعقاد [illegible] کرنے سے محترز رہنے پر آمادہ ہیں تو سر مائیکل [illegible] کے کلاًیا جزواً اٹھا دینے میں توقف نہ ہوگا۔

—اور اس کی طاقتیں اور قوتیں بھی اس پر ظاہر ہیں۔

جو آپ پر فی الحال عائد ہیں۔ لیکن یہ ہیں بہ صراحت معلوم ہو جانا چاہئے کہ بعد حصول آزادی آپ اپنی زندگی کس طرح گذاریں گے۔ اور ملک کی حیات عامہ کے ساتھ اس کا بلحاظ اس کی سرگرمیوں کے کیا تعلق ہوگا۔ پس آپ پوری تفصیل کے ساتھ اپنی اس تجویز کو قلمبند کر کے جلد بھیج دیجئے جس کا قیام کارخانہ شکر سازی کے متعلق آپ نے اپنی چٹھی میں اجمالی ذکر کیا ہے۔ بموسم برسات شروع ہو گیا میں دورہ پر جانے والا ہوں۔ اور امید ہے کہ میں آپ سے کرم آباد میں مل کر زبانی گفتگو کر سکوں گا۔

## کارخانہ شکر سازی کی تجویز

اس چٹھی کے جواب میں میں نے کارخانہ شکر سازی کی تجویز یا تفصیل قلمبند کر کے بھیج دی جس کا لب لباب یہ تھا۔ کہ پانچ لاکھ کے سرمایہ سے یہ کارخانہ شروع کیا جائیگا۔ اور سرمایہ کی فراہمی کیلئے ایک کمپنی قائم کی جائیگی۔ اور اس خیال سے کہ غریب سے غریب زمیندار اس کا حصہ دار ہو سکے۔ ایک حصہ کی مالیت دس روپے رکھی جائے گی۔ لیکن چونکہ مجھے کام چلتا کرنے کیلئے ابتداء میں روپے کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے گورنمنٹ اگر مجھے بیس ہزار روپیہ مرحمت فرمائے۔ تو اس کی عین نوازش ہوگی۔ اور ایسی حالت میں جبکہ زمینداروں کے پریس کے بند ہو جانے سے ایک قیمتی کارخانہ بیٹھ چکا ہے۔ اور اس کے علاوہ ضبطی ضمانت و پریس کی شکل میں وقتاً فوقتاً میری جیب سے تیس ۳۰ ہزار روپے کی رقم نکل کر خزانہ سرکاری میں داخل ہو چکی ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ گورنمنٹ جو جلال میں آ کر ایک لغزش قلم کی اتنی بڑی سزا دے سکتی ہے۔ اپنی شان جمالی دکھانے میں بھی فیاضی و کرم گستری کا حق ادا کرے گی۔ خصوصاً جبکہ میں ایک ایسے کوچے میں قدم رکھنے والا ہوں۔ جو بالکل نیا ہے۔ اور جس کی رہ سپری زاد و راحلہ کی خصوصیت سے متقاضی ہے۔

## برطانوی استعمار اور تالیف قلب

اس تجویز کو بہ شرح و بسط سپرد قلم کرتے ہوئے تمہید میں میں نے شومئی قسمت سے حسب ذیل فقرہ لکھ دیا۔

اس بات کی ضمانت کہ جو وعدے میں نے اخبار نویسی سے دست کش ہونے اور مجالس عامہ میں تقریروں سے محترز رہنے کے بارہ میں کئے ہیں۔ ان پر میں قائم رہوں گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اس ملک میں گورنمنٹ کی رائے کی مخالفت یا مزاحمت کرنا ناممکن ہے۔ جہاں قدم قدم پر شبہات سنگ راہ ہوں۔ اس سے زیادہ اطمینان کوئی اور کیا دلا سکتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی ضمانت اور ایسا اطمینان برطانوی شہنشاہیت کے امن و عمور کی توہین ہے۔ کہ استعماری سیاسیات میں انگلستان کی کامیابی کا کفیل زور شمشیر نہیں۔ بلکہ تالیف قلب [illegible] سر مائیکل اوڈوائر [illegible] در فرمائیں کہ برطانوی شہریت کے گرا[illegible] [illegible] ابنائے وطن کا حصہ ہیں۔ دوران جنگ میں [illegible]

سر مائیکل تجویز فرمائیں۔ برضا و رغبت خود دست کش ہونے میں مجھ کو کسی خوف نے اثر نہیں ڈالا۔ بلکہ یہ عقیدہ میرے اس فیصلے کا محرک ہوا ہے۔ کہ میرا ایثار گورنمنٹ کے کام آئیگا۔ کہ اس ملک کے لئے کسی نصب العین کا قائم کرنا صرف اسی کے دست اقتدار میں ہے۔

## برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق

اس چٹھی کے جواب میں مسٹر ٹاملنسن تحریر فرماتے ہیں:۔

آپ کی چٹھی کا پہلا حصہ سیاسی مباحث سے بھرا ہوا ہے جس کے ایک حصہ سے مذاق فاسد کی بو آتی ہے۔ اور یہ تحریر ایسی نہیں ہے۔ کہ آپ کی مشکل کشائی میں ممد و معاون ہو سکے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ برطانوی شہریت کے گرانمایہ حقوق سے دست کش ہونے کا مفہوم آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ شائد آپ ابھی تک اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکے۔ جو آپ کی بعض تحریرات و تقریرات سے ملک کو پہنچا ہے۔ اور جو متعدد و دور رس سوء انتظامات کے بعد مفاد عامہ کے لئے کرم آباد میں آپ کی نظر بندی پر منتہی ہوئیں۔ اگر ہز آنر لفٹننٹ گورنر آپ کی اس چٹھی کو دیکھ پائیں۔ تو آپ کے ان خیالات کو دیکھ کر آپ کے مفید مطلب فیصلے پر کبھی آمادہ نہ ہوں لیکن اس مراسلت میں جو آپ کے ساتھ ہو رہی ہے۔ ہمیں کارخانہ شکر سازی کے قیام کے متعلق آپ کی تجویز ہی سے بحث ہے۔ مسٹر ٹاؤن سنڈ ڈائرکٹر محکمہ زراعت کی عنایت آمیز وساطت سے میں نے آپ کے لئے مسٹر پارنس کی رائے حاصل کی ہے۔ جو ماہر فن شکر سازی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ مسٹر پارنس کی تحریر جس کی ایک نقل ابلاغ خدمت ہے حوصلہ بڑھانے والی نہیں صنعت و حرفت کی تمام دوسری تجاویز کی طرح شکر سازی کا منصوبہ بھی بہت کچھ شغف و انہماک اور ژرف نگاہی کا محتاج ہے۔ آپ مسٹر پارنس کی رائے کو پڑھ کر اور اس مسئلہ پر مزید غور کر کے جس نتیجہ پر پہنچیں۔ اس سے مجھے اطلاع دیں۔

مسٹر ٹاملنسن کا مراسلہ اپنا شارح آپ ہے۔ اس کے جواب میں بہترین منطق یہی ہو سکتی تھی۔ کہ برطانوی حکومت کے گرانمایہ حقوق کے تذکرے کے متعلق اپنی بدمذاقی کا اعتراف کروں۔ اور مسٹر ٹاملنسن سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ میں نے ۱۹ جولائی کو ان کی چٹھی کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

## معافی نامہ

"ڈیر مسٹر ٹاملنسن مجھے ڈر ہے کہ میرے خیالات کی پرانی "غیر پسندیدہ" روش کا کچھ اثر ابھی تک نامعلوم طور پر میری تحریر سے نمایاں ہو ہی جاتا ہے۔ آپ کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ میرے قلم سے بعض فقرے ایسے نکل گئے۔ کہ اگر وہ سر مائیکل اوڈوائر کی نظر سے گذرتے۔ تو حضور ممدوح ناراض ہو جاتے۔ ایسی حالت میں یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے میری چٹھی انہیں نہیں دکھائی۔ میں ان قابل اعتراض فقرات کو واپس لیتا ہوں۔ اور اس تکدر کے لئے جو آپ کے دل میں ان کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ معافی چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی خوشنودی مزاج میرے لئے مقدم ہے۔

میں نے اس احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ایک مبصر کا حق ہے۔ مسٹر پارنس کی رائے پڑھی۔ اپنے دلائل کی توثیق و تحکیم میں انہوں نے جن واقعات اور اعداد و شمار سے کام لیا ہے۔ انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اور چونکہ پنجاب بظاہر اس مقصد کے لئے موزوں نہیں ہے۔ کہ یہاں شکر سازی کا کوئی کارخانہ تجارتی اصول پر قائم کیا جا سکے۔ لہذا سر دست میں اس خیال کو جس حد تک کہ اس صوبے کا اس سے تعلق ہے چھوڑتا ہوں۔

لیکن اگر ہز آنر میری آزادی بحال فرمائیں تو ایک اور طریقے پر ابنائے ملک کے لئے میرا وجود سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہز آنر میری اس دوسری تجویز پر غور مناسب فرمائیں گے۔

## دائرہ تراجم مشرقیہ کی تجویز

فارغ التحصیل ہونے کے بعد میری زندگی کا ایک بڑا حصہ علمی مشاغل میں بسر ہوا۔ ایران پر لارڈ کرزن نے معرکۃ الآرا کتاب لکھی ہے۔ اس کا میں نے اردو ترجمہ کیا۔ اور ہز لارڈشپ کی رونق افروزی حیدر آباد کے زمانہ میں میں نے اس کا ایک نسخہ حضور ممدوح کی خدمت میں گذراننے کا شرف حاصل کیا۔ یہ کتاب بڑی مقبول ہوئی۔ اور اردو دان حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر ڈریپر کی شہرۂ آفاق کتاب "کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس" کا ترجمہ اردو زبان میں معرکہ مذہب و سائنس کے نام سے کیا۔ اور اس ترجمہ پر پنجاب یونیورسٹی سے مجھے پانسو روپے کا انعام بھی ملا تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر میں دائرۃ المعارف قائم کروں جس کا مقصد یہ ہو کہ زبان اردو میں انگریزی اور عربی و فارسی کی چوٹی کی عام پسند کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ تو اس سے ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوگی۔ مثلاً اگر پروفیسر براؤن کی کتاب "اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا" یا سکاٹ کی تاریخ "ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ" یا عربی کی نادر المثال "کتاب الاغانی" کا ترجمہ کیا جائے۔ تو اردو پڑھنے والے ان تراجم کا خیر مقدم بڑے اشتیاق سے کریں گے۔ سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ نے "پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی" جیسی انجمن کی بنا ڈالنے سے ثابت کر دیا ہے کہ اسے اہل ملک کی عقلی ترقی و دماغی فلاح کا خاص طور سے خیال ہے۔ اور اس لئے مجھے یقین ہے کہ گورنمنٹ موصوف اس تجویز کو بنگاہ استحسان دیکھے گی۔ جو اپنے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے انجمن موصوفہ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتی ہو۔ مجوزہ دائرۃ المعارف ارباب فضل و کمال کے لئے علمی سرگرمیوں کا ایک وسیع میدان

کھول دینے سے صحیح ادبی و علمی مذاق کی نشو و نما میں حصہ لے گا اور ملک کو اس سے بہت بڑے تعلیمی فوائد حاصل ہوں گے۔ اور گورنمنٹ کی تھوڑی سی امداد سے وہ بہت جلد اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیگا۔

## حکومت کی منظوری

۱۱ر جولائی کو اس کا جواب مجھے حسب ذیل ملا:۔

"ڈیر مسٹر ظفر علی خاں۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۱۶ء پہونچی۔ ہزآنر لفٹنٹ گورنر کو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کہ آپ ایک دائرہ تراجم مشرقیہ" قائم کریں۔ اور آپ کو پوری آزادی دی جاتی ہے۔ کہ جہاں تک وہ قیود اجازت دیں جو آپ کی نقل و حرکت پر اس وقت عائد ہیں۔ آپ اس تجویز کو یا اسی قسم کی دوسری تجویز کو جو آپ کے خیال میں امید افزا ہو۔ قوت سے فعل میں لائیں اور اسے اپنا مشغلہ بنائیں۔ آپ کا مخلص

ایل ٹامکنس

## شکریہ اور دوبارہ معافی

۱۵ر جولائی کو میں نے اس کے جواب میں مسٹر ٹامکنس کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

ڈیر مسٹر ٹامکنس۔ میں ہزآنر سر مائیکل اوڈوائر کا ممنون ہوں کہ انہوں نے "دائرہ تراجم مشرقیہ" کے قیام کے متعلق میری تجویز کو پسند فرمایا۔ اور حضور ممدوح کا یہ مزید احسان ہے۔ کہ مجھے پوری آزادی مرحمت فرمائی کہ اس قسم کی کسی دوسری تجویز کو بھی جو میری دانست میں مفید ہونے کی قابلیت رکھتی ہو۔ میں اپنے مشاغل میں شامل کر سکتا ہوں۔

میں پھر ایک دفعہ صدق دل سے افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے برطانوی شہریت کے "گرانمایہ حقوق سے دست کش ہونے کا" نامیمون فقرہ لکھ کر نادانستہ آپ کو ناراض کر دیا۔ میں بھی عجیب قسمت کا ولی ہوں۔ کہ بحالی آزادی کی فوری توقع کو جس کی جھلک آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۴ر جون میں صاف نظر آتی تھی۔ میں نے ایسے الفاظ کے استعمال سے حیز التوا میں ڈال دیا۔ جن سے محترز رہنے میں مجھے کوئی دقیقہ احتیاط اٹھا نہ رکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن اول تو میری چٹھی پر جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ہوگا۔ الفاظ "خاص آپ کے مطالعہ کے لئے" لکھے ہوئے تھے اور ثانیاً اس خیال سے مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ جو غیر خوش آئند اثر ان الفاظ سے مرتب ہوا بھی ہوگا۔ اسے میرا ابعد کا غیر مشروط عذر تقصیر زائل کر دے گا۔ بہر حال اگر ان قیود کا تسلسل جو میری نقل و حرکت پر اس وقت عائد ہیں۔ مجھے آپ کی طرف سے یہ اطمینان دلا دے کہ میرے اعتذار کا خلوص رائگاں نہیں گیا۔ تو میں سمجھوں گا۔ یہ سودا مجھے مہنگے داموں نہیں پڑا۔

## چاندی کی کڑھائی اور علمی گلگلے

"دائرہ تراجم مشرقیہ" کی تجویز کے ضمن میں ہزآنر کے لحاظ خاطر مناسب کے لیے میں بہ ادب یہ گزارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کہ کرم آباد کی تنگ اور دنیا سے الگ تھلگ آبادی ان تمام آسانیوں سے محروم ہے۔ جو کتب خانہ یا حوالجات علمیہ کے لوازم کی شکل میں اس تجویز کی کامیابی کیلئے ضروری ہیں سب مجھے اپنا ایک مددگار رکھنا پڑیگا۔ ایک دو اہلکاروں کی بھی ضرورت ہوگی جو خط و کتابت کا کام سرانجام دیں۔ اور یہ سب کچھ لینے کا محتاج ہے موجودہ پابندی کی حالت میں میں اپنی طرف سے تا بحد امکان اس تجویز پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کرونگا۔ لیکن اس قدر بہ ادب عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ چاندی کی کڑھائی کے بغیر یہ علمی گلگلے نہیں تیار ہو سکتے۔

میں نے کاغذ کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دئیے ہیں۔ چنانچہ آنریبل نواب ذوالفقار علی خاں بہادر کی خدمت میں عریضہ بھیج رہا ہوں۔ کہ اس تجویز کو ان کی سرپرستی کا شرف کس حد تک حاصل ہوتا ہے۔

نیازمند۔ ظفر علی خاں

## عودا الی المقصود!

اس تمام تفصیل سے جناب کی سمع خراشی دو امور کو مدنظر رکھکر کی گئی ہے اولاً حکومت کے ساتھ میرے موجودہ تعلقات کی نوعیت آپ کو معلوم ہو جائے۔ اور اگر ممکن اور مناسب ہو۔ تو آپکا ناخن تدبیر اس عقدہ کی آخری گرہ کھول دے۔

ثانیاً حکومت سے سردست کسی امداد کے ملنے کی صورت نظر نہیں آتی اور چونکہ میری پابندیوں کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ اور میں کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لئے بجز اس کے کہ میرا دست امداد میں سے ان کی طرف بڑھے جو حقیقی معنوں میں ہماری قومی کشتی کے ناخدا ہیں۔ اور کوئی چارہ نہیں یہ ایک علمی کام ہے۔ جس کا تفصیلی پروگرام آپ کی خدمت میں متعاقب پہونچیگا اور اگر یہ آپ کی توجہات سے چل نکلا۔ تو اس کام کو شروع کرنے کے لئے مجھے پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ یہ حقیر رقم جو آپ کی اور آپ کے خاص ہم مشرب احباب کی ادنےٰ توجہ سے فراہم ہو سکتی ہے۔ میں بطور قرض حسنہ چاہتا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے۔ کہ بہت جلد اس رقم کو میں لوٹا سکونگا۔ اگرچہ بار احسان سے گردن ہلکی نہ ہو سکے گی۔

## کام کی حیثیت

دائرہ تراجم مشرقیہ کے علاوہ کسی دوسری سودمند تجویز کی ذیل میں ایک ہفتہ وار علمی رسالہ بھی آجاتا ہے۔ جس میں سیاسیات کو چھوڑ کر باقی ہر موضوع پر سبق آموز ڈویژنش افروز مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ عمدہ کتابوں پر ریویو کیا جا سکتا ہے۔ جو کتابیں قابل توجہ ہوں۔ ان کے متعلق ترجمین کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے ضروری مواد بہم کیا جا سکتا ہے۔ گویا یہ رسالہ اس دائرۃ المعارف کا نقیب ہوگا۔ زمیندار کے بیس ہزار ناظرین میں سے اگر چار ہزار بھی اس رسالے کے خریدار ہو گئے۔ جس کی ایسی حالت میں کہ گورنمنٹ کی طرف سے مجھے اس کی اجازت گویا مل ہی چکی ہے۔ پوری توقع ہے۔ تو یہ بجائے خود آمدنی کا ایک ذریعہ ہو جائے گا۔ آپ خود بھی ہزآنر سے ملکر یا قو[illegible]

اس کا تذکرہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ دائرۃ المعارف کی کتابیں جو مختلف موضوعوں کی کتابیں منتخب کر کے مترجمین کو مقابلہ کے اصول پر دعوت ترجمہ دیجائے گی۔ اور بہترین تراجم کی اشاعت کا انتظام کیا جائیگا۔ سکارٹ کی "ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ" کا ترجمہ میں اپنے قید کے زمانہ میں کر رہا ہوں۔ بہت بڑی ضخیم کتاب ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ اسے دو دو سو صفحات کے حصوں میں شائع کیا جائے۔ پہلا حصہ تیار بھی رکھا ہے انتخاب کتب میں خاص لحاظ اس بات کا کیا جائیگا۔ کہ ہر مذاق کے ناظرین کی ایک ایسی معقول تعداد مہیا ہو جائے۔ جو ہمیں اجازت دیدے کہ سال میں ایک خاص رقم مثلاً چوبیس روپے یا اس سے نصف کی مالیت کی کتابیں جو دائرۃ المعارف کی معرفت تیار ہوں۔ ان کے نام بھیج دی جایا کریں۔ چونکہ عہد جدید کی دماغی جدوجہد نے اس قسم کا ایک گروہ پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے۔ کہ کئی ہزار اشخاص ایسے پیدا ہو جائیں گے۔ جو دائرۃ المعارف مجوزہ کی رکنیت ان شرائط پر قبول کر لیں گے۔ اور اس طور پر مالی اعتبار سے یہ تجویز جلد کامیاب ہو گی مجھے امید ہے کہ آپ کا ذوق سلیم ان چند اشاروں سے اس کام کی اہمیت کا پورا اندازہ خود کر لیگا۔ اس کا جواب مجھے جلدی مرحمت ہو۔ کیونکہ ایسے کام میں دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ اور میں اس کام کو جلد شروع کرنا چاہتا ہوں۔

کرم آباد۔ ۱۶ر جولائی۔ (انقلاب ۹ اپریل) نیازکیش ظفر علیخاں

## مسلمانان جہلم کا جلسہ وعظ

### اور غیر مبایعین کی ناشائستہ حرکات

حکیم عزیز الرحمن صاحب امرتسری کی آمد پر مسلمانوں کی خواہش سے ایک جلسہ وعظ کا اعلان کیا گیا۔ وقت مقررہ پر مولوی عزیز الرحمن صاحب کی صدارت میں مولوی محمد یوسف صاحب نے پیدائش مسیح پر تقریر فرمائی سامعین پر محویت کا عالم طاری تھا۔ فاضل مقرر کا روئے سخن کسی قوم یا کسی خاص مذہب کی طرف نہ تھا۔ مگر غیر مبایع خواہ مخواہ آپے سے باہر ہو گئے۔ اور شور مچانا شروع کر دیا۔ سمجھانے کے باوجود فحش گوئی اور گالیوں کا طومار باندھ دیا۔ ہر چند انہیں کہا گیا۔ کہ اگر کوئی اعتراض ہو۔ تو اسے ظاہر کر کے اپنا اطمینان کریں۔ مگر ان کو محض جلسہ میں بدمزگی پیدا کرنا مقصود تھا۔ بالخصوص ایک درزی اور ان کے دو نو لڑکوں نے تو فحش گوئی اور بد تہذیبی کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر نہیں۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس سے چند دن پہلے اسی جگہ ایک فاحشہ عورت کے گانے میں امداد دی اور معاون بنے رہے۔ بلکہ مسجد کی چھت تماشائیوں کے لئے وقف کر دی۔ لیکن جب مذہبی وعظ ہوا تو آپے سے باہر ہو گئے۔ دوسرے دن ۱۴ر اپریل کو پھر مولوی عزیز الرحمن صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ جناب صدر اور مولوی محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد [illegible] صاحب [illegible] کی مؤثر تقریریں ہوئیں۔ اختتام جلسہ پر حسب ذیل [illegible] پاس ہو کر منظور ہوا۔

[illegible] جہلم کا یہ عام جلسہ لاہوری احمدیوں کی اس فحش گوئی پر جو

# قادیان میں سکنی اراضی

قادیان کی نئی آبادی کے ہر دو محلہ جات یعنی محلہ دارالفضل و محلہ دارالرحمت میں قابل فروخت قطعات موجود ہیں۔ اور اب ایک نیا محلہ بنایا گیا ہے جس کا نام محلہ دارالبرکات ہے۔ جو محلہ دارالفضل سے جنوب مشرق میں سڑک کھارا کی دوسری طرف واقعہ ہے۔ ان ہر سہ محلہ جات میں قیمت ایک ہی مقرر ہے۔ یعنی برلب سڑک کلاں ؏ فی مرلہ اور اندر کی طرف بیس بیس فٹ اور دس دس فٹ کے رستوں پر ؏ فی مرلہ ہے۔ ایک کنال کی پیمائش طول میں پچھتر فٹ اور عرض میں ساٹھ فٹ ہوتی ہے۔ اور اس کے دو طرف راستہ گذرتا ہے چار کنال لینے والے کو چاروں طرف راستہ ہوگا۔ اور جہت بہت عمدہ ہے۔ خواہشمند احباب خاکسار کے ساتھ خط و کتابت فرمائیں اور روپیہ بھجوانا ہو تو خاکسار کے نام یا محاسب بیت المال قادیان کے نام بھجوایا جائے۔

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد قادیان

# ہندوستان کی خبریں

—— مرکزی خلافت کمیٹی کے معتمد اعزازی نے حیفا کے مفتی اعظم کا ارسال کردہ حسب ذیل پیغام اخبارات کو بھیجا ہے۔ عیسائی مشنری فلسطین میں جان بوجھ کر ہمارے آقا و مولا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ربّانا وامامنا) کی شہرت بلند کے ۔۔ پر تھوکنے کی حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کی زیادتیاں سراسر ناقابل برداشت اور تحمل کی حدامکان سے باہر ہیں۔ دنیائے اسلام سے اپیل کی جاتی ہے۔ کہ وہ عیسائیوں کی اس گستاخانہ زبان درازی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ ہم مشنریوں کی گندہ دہنی اور کمزور یا ان کے خلاف یہاں کی حکومت کے پاس جو اس تمام شرارت کی ذمہ دار ہے احتجاج کر بھی چکے ہیں۔ ہم اس اہم معاملہ پر آپ کی امداد و حمایت کے منتظر بیٹھے ہیں۔

—— لاہور ۷۔ اپریل۔ مسٹر کرمچند ڈپٹی جنرل منیجر ساؤتھ انڈین (؟) کمپنی لمیٹڈ لاہور آج شام کو تانگہ کے حادثہ سے ہلاک ہو گئے۔

—— لاہور ۷۔ اپریل۔ چیچو کی ملیاں میں جو لاہور سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نہر میں ایک صندوق بہتا ہوا پہونچا جس میں ایک لاش تھی جس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تھے برآمد ہوئی۔ پولیس نے تحقیقات سے نتیجہ نکالا کہ لاہور میں قتل ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں تین آدمی گرفتار کئے گئے ہیں۔ غالباً واردات قتل رام گلی میں پیش آئی ہے۔

—— خان بہادر کپتان سردار سکندر حیات خان رکن پنجاب کونسل کو ہز ہائنس نواب بہاولپور نے خان بہادر نواب مولا بخش کی جگہ جو ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اپنی ریاست کا وزیر اعلیٰ چیف منسٹر متعین کر لیا ہے۔

—— قصور ۷۔ اپریل۔ موضع تاراگڑھ تحصیل قصور میں پولیس نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے ضمانتیں لینی شروع کر دی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سکھ اور ہندو مسلمانوں کے مقامی مسجد میں اذان دینے کے مخالف ہیں۔

—— گورداسپور ۔ اپریل۔ تمام ضلع میں طاعون پھیلی ہوئی ہے۔ خاص شہر میں بھی کئی وارداتیں ہو گئی ہیں۔

—— بمبئی ۱۰۔ اپریل۔ بمبئی میں عام استعمال کے لئے چھوٹے چھوٹے ہوائی جہازوں کی پرواز کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ہوائی ٹرینوں (؟) کلب کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی ہے۔ جس کے ... میں ... داخل ہو چکے ہیں اس انجمن کی طرف سے پرواز کا سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔

—— الہ آباد ۱۰۔ اپریل۔ مسٹر جسٹس سلیمان نے آج سے بطور قائمقام چیف جسٹس کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

—— جبل پور ۱۰۔ اپریل۔ جبل پور اور ہوشنگ آباد کے ڈویژنوں کے ممتاز و سرکردہ زمینداران و ارکان کونسل صوبجات متوسط کی ایک نمائندہ کانفرنس زیر صدارت راؤ بہادر اے۔ کے۔ کیلکر منعقد ہوئی جس میں اس صورت حالات پر بحث و تمحیص کی گئی۔ جو مذکورہ صدر ڈویژنوں میں فصلوں کی خرابی کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ نیز قحط کے انسداد کی تدابیر پر غور و خوض کیا گیا۔

—— میمن سنگھ ۶ اپریل۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ضلع کے مشرقی حصہ میں ایک عجیب قسم کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ جس سے کوے۔ مرغیاں۔ کبوتر۔ مرغی کے بچے اور بکریاں مر رہی ہیں۔

—— جبلپور ۹ اپریل۔ آج ہندو مہاسبھا کا اجلاس ختم ہو گیا۔ مہاسبھا نے ان اصول کی روشنی میں قراردادیں منظور کیں۔ جنہیں سبھا کی مجلس عاملہ نے آل پارٹیز کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنے کی تجویز پر اعتراض کیا گیا اور کہا گیا کہ مالی حیثیت سے سندھ کے لئے اس کی بمبئی سے علیحدگی مضر ہو گی۔ اور اس کی اقتصادی ترقی رک جائیگی۔ پنڈت مدن موہن مالوی تھے اور چند دیگر اصحاب نے علیحدگی سندھ کے بارے میں آل پارٹیز کانفرنس کے فیصلے کی تائید کی لیکن ان کی بہت کثرت رائے سے نامنظور کر دی گئی۔

—— کلکتہ ایک شخص گرفتار کر کے ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ اس پر الزام یہ ہے۔ کہ اس نے ایک طلائی مالا چرا کر نگل لی ہے ہسپتال میں اس کا ایکسرے سے ملاحظہ کیا جائیگا۔

—— پشاور ۹۔ اپریل۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ درہ کوہاٹ کی پہاڑیوں پر برف کے طوفان کی وجہ سے چار اشخاص ہلاک ہو گئے۔ اور دو ابھی گم ہیں۔ طوفان سے فصلوں کو بھی نقصان پہونچا ہے۔ اور ۵۰ مویشیوں کی جانیں بھی تلف ہو گئیں۔

—— دہلی ۱۰۔ اپریل۔ صاحب چیف کمشنر بہادر نے شہر کے گنجان علاقوں کو کشادہ کرنے پارک یعنی تفریح گاہیں بنانے کے لئے دہلی میونسپل کمیٹی کے واسطے گورنمنٹ آف انڈیا سے مبلغ سات لاکھ روپیہ عطا فرمانے کی سفارش کی ہے۔

—— اخبار مسلم اوٹ لک (۱۱ اپریل) لکھتا ہے کہ افغانستان اور ٹرکی میں جو تازہ تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کو ہم تشویش کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ انگورہ میں مذہب کو سیاسیات سے علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ اور ملکہ افغانستان نے بڑا اچھی یوروپین سیر و سیاحت میں برقعہ کو خیر باد کہنے میں جرأت کی ہے۔ اس پر ہم نکتہ چینی کرنے سے نہیں رک سکتے۔ اور جرأت اور ہی سے کہ افغانستان نے مذہب اسلام کی ہدایات کو پس پشت ڈالنے میں آزادی کا دکھلائی ہے۔ اس کو ہم ڈیفنڈ نہیں کر سکتے

# ممالک غیر کی خبریں

—— لنڈن ۸ اپریل۔ گلیسنر نے جو رود بار انگلستان کو تیر کر عبور کر چکی ہے۔ آبنائے جبرالٹر کو بھی عبور کر لیا۔ آجتک کسی نے اس آبنائے کو تیر کر پار نہیں کیا۔ مس مذکور کی یہ چھٹی کوشش تھی جو کامیاب ہو گئی۔ تیرنے میں ۱۲ گھنٹے ۵۰ منٹ لگے۔

—— مارٹنزبرگ ۷ اپریل۔ ہندیان مقیم نیٹال کے لیڈران نے چیلنج کیا تھا۔ کہ جس شخص کو قوت روحانی ہو۔ وہ آگ پر چلکر دکھائے۔ دو یورپینوں نے یہ چیلنج منظور کر لیا۔ الاؤ میں ۸۰ من لکڑی جلائی گئی۔ جس پر سے دو ہندوستانی خیر خیر گذر گئے۔ ان کے بعد دو نو یورپین چلے۔ اور دونوں کامیاب ہو گئے۔ مگر دو نو کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔

—— لنڈن ۱۵ اپریل۔ کیپ ٹاؤن سے قاہرہ تک لیڈی ہیتھ کے ایک ہوائی جہاز پر آنے سے تین باتوں کا فخر انہیں حاصل ہوا ہے۔

(۱) افریقہ میں سب سے پہلی خاتون نے پرواز کی (۲) کیپ ٹاؤن سے قاہرہ تک سب سے پہلے ہلکے ہوائی جہاز نے پرواز کی۔ (۳) کیپ ٹاؤن سے قاہرہ تک تنہا پرواز۔

—— ہوانا ۸ اپریل۔ سٹینڈرڈ آئل کمپنی کی جٹی میں دوسری مرتبہ جو آگ لگی تھی۔ فرو ہو گئی ہے۔ نقصان کا اندازہ ۲۰ لاکھ ڈالر کے قریب ہے۔

—— قسطنطنیہ ۷۔ اپریل۔ سیاسیات اور مذہب کو جدا کرنے کا مسئلہ عنقریب عین الیقین کی صورت اختیار کر لے گا۔ ۱۲۰ نمائندگان کی سرپرستی میں جب عصمت پاشا نے یہ امید ظاہر کی۔ کہ مذہب کے متعلق تمام آئینی دفعات منسوخ کر دی جائیں گی تو مجلس عامہ کے تمام ارکان نے بالاتفاق رائے اس کی تائید کی اب مجلس علیہ سے حصول آراد کی صرف رسمی کارروائی باقی رہ گئی ہے اس ترمیم کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اسلام حکومت کا مذہب نہیں سمجھا جائیگا۔ اس لئے آئندہ صدر جمہوریت اور ممبرین مذہبی حلف اٹھانے کی بجائے اپنی عزت کی حلف اٹھایا کریں گے

—— بیت المقدس ۹۔ اپریل۔ مسیحی مبلغوں کی بین الاقوامی کانفرنس کا اجلاس ختم ہو گیا۔ ان علاقوں کے نمائندوں نے جہاں تحت نسلی تصادم جاری ہے۔ اعلان کیا ہے۔ کہ نسلی تعصبات اور مخالف حالات کے ازالہ کے لئے دیسی باشندوں کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے اور تعلیمی۔ مذہبی اور دوسری سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے متحدہ طور پر کام کرنا لازمی ہے۔

# حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے فرمودہ درس قرآن شریف سے نوٹ

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ — پس جو کوئی ان کے سوا کچھ اور چاہے وہ حدود توڑنے والے ہیں ٭

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۠ — اور وہ لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کی پابندی کرتے ہیں ٭

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۠ — اور جب سچائی پر قائم ہو جاتے ہیں۔ تو خوب جم جاتے ہیں ٭

یہاں شہادت سے مراد ایمان ہے۔ اور اخلاص ہے۔ یعنی کوئی چیز ان کو ایمان سے متزلزل نہیں کر سکتی۔ وہ خوب مضبوطی سے جم جاتے ہیں ٭

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۠ — وہ جو نمازوں کی محافظت رکھتے ہیں ٭

پہلے نماز کے متعلق دائمون کا لفظ رکھا تھا۔ اب محافظت رکھا ہے۔ دائم کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ انسان خود نماز پڑھتا جاتا ہے کوئی ناغہ نہیں کرتا۔ مگر محافظون میں یہ بتایا۔ کہ اس کی نماز اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ اس کی وجہ سے لوگ نمازیں پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں۔ کہ خدا کے اس پر انعام ہو رہے ہیں تو وہ بھی اسلئے کہ ان پر بھی خدا کے فضل نازل ہوں۔ نمازیں پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ گویا وہ لوگ نماز کو قائم کرنے کا موجب بن جاتا ہے اس کے ذریعہ دوسرے لوگ بھی نمازیں پڑھنی شروع کر دیتے ہیں ٭

اُولٰٓئِكَ فِىْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۠ ع — یہی وہ لوگ ہیں۔ جو جنت میں عزت و توقیر پائیں گے۔

## سورۃ معارج رکوع دوم

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۙ — کیا ہو گیا ہے ان کو جو بدنیتی سے تجھے ایذا پہنچانے اور دکھ دینے کے لئے تیری طرف دوڑتے ہیں۔ تاکہ تجھے نقصان پہنچائیں ٭

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ — دائیں اور بائیں سے جماعت در جماعت ہو کر آ جاتی ہے

عزین۔ یعنی گروہ در گروہ ہو کر آتے ہیں۔ اور نیت یہ ہوتی ہے کہ تجھے نقصان پہنچائیں۔ حالانکہ دین کے معاملہ میں نیت یہ رکھنی چاہیئے۔ کہ حق کو معلوم کریں نہ یہ کہ دوسرے کو نقصان پہنچائیں۔ شریر اور نیک میں یہی فرق ہوتا ہے کہ شریر دوسرے کے مال اور جان عزت اور آبرو کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ لیکن شریف آدمی اعتراض بھی کرتا ہے۔ تو دوسرے کی عزت پر حملہ نہیں کرتا ٭

ایک دفعہ ایک مولوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف عیسائیوں کے مقدمہ میں یہ گواہی دینے آیا۔ کہ آپ نے قتل کے لئے فلاں آدمی مقرر کیا تھا۔ آپنے اس کا اندفاع کیا۔ مگر ایسا سوال اس مولوی کے متعلق اپنے وکیل کو نہ کرنے دیا۔ جو اس کی عزت سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ کنچنی کی اولاد سے تھا۔ وکیل نے بڑا زور دیا۔ کہ یہ پوچھا جائے تاکہ اس کی توقیر کم ہو۔ مگر آپ نے اجازت نہ دی ٭

تو فرمایا:۔ شریر دائیں بائیں سے یعنی ہر رنگ سے حملہ کرتے ہیں۔ دائیں بائیں کا محاورہ ہے اس بات کے بیان کرنے کے لئے کہ کوئی پہلو نہیں چھوڑتے۔ ہر پہلو سے حملہ کرتے ہیں۔ تاکہ نقصان پہنچائیں۔ عزت پر حملہ کرتے ہیں۔ مال پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے پورا زور لگاتے ہیں ٭

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۙ — کیا ان میں سے ہر شخص سمجھتا ہے کہ ان افعال کی وجہ سے جنت نعیم میں چلا جائے گا ٭

فرمایا:۔ ذرا غور تو کریں۔ آخر ہر کام کے نتیجہ کا اس سے کچھ جوڑ ہوتا ہے۔ اگرچہ جنت میں جانا خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ مگر اس میں کیا جوڑ ہے۔ کہ محمدؐ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ سلم) کو دکھ دینے والے جنت میں چلے جائیں گے۔ وہ کس بنا پر یہ طمع رکھتے ہیں۔ کیا ان افعال کی وجہ سے جو محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف کرتے ہیں ٭

مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ایک دفعہ لاہور گئے۔ تو اندرون شہر کسی احمدی نے آپ کی دعوت کی۔ جب آپ وہاں گئے۔ تو وزیر خان کی مسجد کے قریب بہت سے لوگ جمع ہو کر شور مچا رہے ہیں۔ اور آپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ اس وقت ایک آدمی کو میں نے دیکھا۔ کہ اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اور ابھی اس پر زخم باقی تھا۔ مگر باوجود اس کے کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر شور مچا رہا تھا۔ بچپن کے لحاظ سے میرے لئے اس کی یہ حرکات ایک تماشہ تھا۔ جسے میں حیرانی سے دیکھتا رہا۔ اس کے لئے بڑی بھاری دینی خدمت اور ثواب کا کام تھا۔ اور وہ سمجھتا ہو گا۔ کہ اس طرح سیدھا جنت میں جاؤں گا۔ یہ نظارہ ابھی تک مجھے یاد ہے ٭

تو فرمایا۔ کیا ان میں سے ہر ایک سمجھ رہا ہے۔ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہنسی کرنے اور اسے دکھ دینے سے وہ جنت میں چلا جائے گا ٭

كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

بعض مفسرین نے اس آیت کے غلط معنے کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے جس سے ہم نے ان کو پیدا کیا۔ اسے جانتے ہیں یعنے خدا نے حیا کی وجہ سے منی کا نام نہیں لیا۔ اور کہدیا وہ جانتے ہیں۔ جس سے انہیں پیدا کیا گیا ہے ٭

مگر یہ معنے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ ان طاقتوں کے ساتھ [illegible] اور ان کے ذریعہ سے تم اعلیٰ مدارج طے کر سکتے جب تک وہ مدا[illegible] میں ختم جاؤ گے ٭

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○

یہ بات میں یونہی نہیں کہہ رہا ہیں مشرقوں اور مغربوں کے رب کو پیش کرتا ہوں شہادت کے طور پر۔ ہم قادر ہیں ہم اندازہ کررہے ہیں۔ کہ ان سے بہتر ایک قوم پیدا کردیں۔ اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں ؛

یہاں پہلے ربّ المشرق والمغرب آیا ہے۔ کہ اس کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ اور آگے لقٰدرون ہے۔ گویا رب مشارق ومغارب اور ہے۔ اور انا کہنے والا اور۔ حالانکہ یہ کہنے والا خدا ہی ہے ؛

اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر صرف یہ ہوتا۔ کہ انا لقٰدرون۔ تو یہ صرف خوف پیدا کرنے والی بات تھی۔ کیونکہ اس سے سزا ہی کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کا تو ہر کام بندوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے برب المشرق والمغرب کا ذکر کرکے بتایا۔ کہ وہ کام بھی تمہاری بہتری کے لئے ہی ہو گا۔ بیشک تم محروم رہو گے۔ مگر تمہاری نسل فائدہ اُٹھائے گی ؛

جس طرح جسمانیات میں مشارق ومغارب بہت سے ہیں۔ اسی طرح روحانیات میں بھی ہیں۔ زمین گول ہونے کی وجہ سے مشارق بھی بدلتے رہتے ہیں اور مغارب بھی۔ اسی طرح رُوحانی ترقی کے لئے بھی کئی تغیر آتے ہیں۔ ایک حالت دیر تک قائم نہیں رہتی ؛

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۙ

پس چھوڑ دو ان کو۔ تاکہ بیہودہ باتوں میں لگے رہیں ؛

فرمایا۔ ان کو چھوڑ دے یہ ایسے بحث ومباحثے کرتے ہیں۔ جن کی غرض سچائی حاصل کرنا نہیں۔ بلکہ حق کو چھپانا ہے اور دوسرے کھیل غرض ہے۔ یہاں تک کہ وہ دن آجائے۔ جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے ؛

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۙ

اس دن یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ یہ قبر کیا ہے غفلت کی قبر ہے۔ خدا کی طرف سے نشان پر نشان آئے۔ اور عذاب پر عذاب آئے۔ مگر یہ غفلت میں پڑے رہے۔ کسی بات سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا۔ مگر اس دن ان کو بھی ہوش آئے گی۔ اس دن نکلیں گے۔ اور دوڑتے ہوئے آئیں گے ؛

خَاشِعَةً اَبْصَا[illegible] تَرْهَقُهُمْ ذِلَّـ[illegible]

ان کی آنکھیں اُوپر کو اُٹھی ہونگی [illegible]ر ذلت ان کے چہروں [illegible]ـسوئی ہوگی ؛

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۧ

یہی وہ دن ہے۔ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا ؛

# سُورہ نوح رکوع اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں اللہ کا نام لیکر شروع کرتا ہوں۔ جو بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے ؛

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا ؛

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ

یہ کہتے ہوئے کہ جا اپنی قوم کو ڈرا ؛

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

پیشتر اس کے کہ دردناک عذاب ان لوگوں پر آئے۔ لوگ نادانی سے خیال کرتے ہیں۔ کہ انبیاء کافر بناتے آتے ہیں۔ اسی بناء پر یہ محاورہ ہے۔ کہ انبیاء کے منکر کافر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اصل یوں ہے۔ کہ انبیاء کا انکار کافر کرتے ہیں۔ جب دُنیا پر ظلمت چھا جاتی ہے۔ تو اللہ ڈرانے والا بھیجتا ہے۔ اس وقت جن کے دل میں سعادت ہوتی ہے۔ وہ بیدار ہو جاتے ہیں مگر جن کے دل زنگ آلودہ ہوتے ہیں وہ انکار کر دیتے ہیں۔ تو انبیاء سورج کی طرح ہوتے ہیں۔ جس طرح سورج سفید کو سفید اور کالے کو کالا دکھاتا ہے۔ اسی طرح انبیاء مومن کو مومن دکھاتے اور کافر کو کافر دکھاتے ہیں۔ وہ نہ کسی کو مومن بناتے ہیں۔ اور نہ کسی کو کافر۔ مومن اور کافر پہلے ہی ہوتے ہیں۔ انبیاء کے ذریعہ دونوں اپنے اپنے رنگ میں ترقی کر جاتے اور نمایاں ہو جاتے ہیں ؛

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ

جب نوح آیا۔ تو انھوں نے کہا اے قوم میں تمہارے لئے نذیر مبین ہوں یعنی میں ایسا نذیر ہوں۔ جس کے نذیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ میں ان باتوں کی طرف تمہیں بُلاتا ہوں۔ جو ہدایت والی ہیں۔ اور ان باتوں سے روکتا ہوں۔ جو بُرائی والی ہیں۔ یا یہ کہ میں ان باتوں سے روکتا ہوں جن کو فطرت انسانی بُرا کہتی ہے۔ اور ان کی طرف بُلاتا ہوں۔ جن کو عقل اچھا کہتی ہے ؛

یہی نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ کا مفہوم انجیل میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "فقیہہ جو یروشلم سے آئے تھے۔ یہ کہتے تھے۔ کہ اس (حضرت مسیح) کے ساتھ بعل زبول ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔ وہ انہیں پاس بُلا کر تمثیلوں میں ان سے

کہنے لگا۔ شیطان کو شیطان کس طرح نکال سکتا ہے۔ اور اگر کسی بادشاہت میں پھوٹ پڑے۔ تو وہ بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور اگر کسی گھر میں پھوٹ پڑے۔ تو وہ گھر قائم نہ رہ سکے گا۔ اور اگر شیطان اپنا ہی مخالف ہو کر اپنے میں پھوٹ ڈالے۔ تو وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے" - (مرقس ۳ / ۲۳-۲۶)

تو نبی وہ باتیں کہتا ہے۔ جو نیکی کی طرف لے جاتی ہیں ؛

(۲) نذیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک تو کہتا ہے۔ یہ مت کرو۔ اگر کوئی کہے۔ کیوں نہ کریں۔ تو کہتا ہے۔ میں جو کہتا ہوں۔ اس لئے نہ کرو۔ اور دوسرا وہ ہوتا ہے۔ جو کہتا ہے۔ یہ نہ کرو۔ اور اس وجہ سے نہ کرو۔ گویا وہ دلائل کے ساتھ روکتا ہے۔ تو انبیاء خالی نذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ نذیرٌ مبین ہوتے ہیں جس بات سے روکتے ہیں اس کی دلیل بھی دیتے ہیں۔ اور جس کی طرف بلاتے ہیں۔ اس کی بھی دلیل دیتے ہیں ؛

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۙ

حضرت نوحؑ نے کہا۔ تین باتیں میں کہتا ہوں۔ یہ میرا انذار ہے (۱) یہ کہ تمام قسم کے شرک کو چھوڑ دو۔ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو (۲) یہ کہ خدا سے ایسا تعلق پیدا کرو۔ کہ ہر قسم کے دکھوں اور مصیبتوں سے خدا کے ذریعہ سے بچ جاؤ۔ خدا کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنا لو۔ پس نہ صرف بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کر لو۔ بلکہ تمہاری عبادت اتنی کامل ہو۔ کہ خدا کو تم سے محبت ہو جائے۔ اور وہ تمہیں تمام دکھوں سے بچالے۔ تیسری بات یہ ہے۔ کہ چونکہ صحیح رستہ دکھانے والا میں ہی ہوں۔ اس لئے میری اطاعت کرو میں اس دربار سے آیا ہوا ہوں اس لئے اس کا رستہ جانتا ہوں۔ تمہارا اس دربار میں جانے کے لئے میرے پیچھے چلنا ضروری ہے ؛

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

تب اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ وہ غلطیاں جن کی وجہ سے تم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اللہ ان کو معاف کر دیگا ؛

وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

اور نہ صرف خدا تمہارے تنزل کے سامان مٹا دیگا بلکہ ترقیات کے سامان پیدا کر دے گا۔ یؤخرکم الی اجل مسمّٰی کا یہ مطلب ہے۔ کہ نئی زندگی بخشے گا۔ نہ یہ کہ صرف موت سے بچالے گا ؛

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

لیکن ایک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میری اطاعت کا جو حق ہے۔ وہ ادا کرو۔ اللہ کی اس اجل کے آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لو۔ ورنہ جب وہ آ گئی۔ تو پھر توبہ قبول نہ ہو گی ؛

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اگر تم سمجھو۔ تو تم کو ماننا پڑیگا کہ اس قسم کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ جب عذاب نازل ہو گیا۔ تو پھر توبہ کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ اس وقت تو بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور ایمان اسی وقت مفید ہوتا ہے جبکہ اس پر غیب کا پردہ پڑا ہو ؛

# بقیہ رکوع اوّل

ان آیات میں ایسی دعا ہے۔ جو عام طور پر نبی کی اپنی دعا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں بد دعا ہے۔ اور بد دعا نبی بطور خود نہیں کیا کرتا۔ اور یہ بد دعا بھی نہ ٹلنے والی ہے۔ اور اس سے بڑھکر کوئی بد دعا نہیں ہو سکتی۔ یہ خدا تعالے کی سکھائی ہوئی دعا تھی۔ جو حضرت نوح علیہ السلام نے کی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس طرح اپیل کرتے ہیں ؛

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ

اے میرے رب تو نے مجھے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا میں نے ہدایت کی طرف اپنی قوم کو بلایا ہے۔ رات کو بھی اور دن کو بھی ؛

میرا یقین ہے۔ اور قرآن کے الفاظ پر غور کرنے سے مجھے یہ یقین حاصل ہوا ہے۔ کہ قرآن کا کوئی بھی لفظ بے مطلب نہیں ہوتا۔ اور محض زور دینے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر لفظ میں خاص حکمت ہوتی ہے۔ میں یہاں بھی یہ نہیں سمجھتا۔ کہ حضرت نوحؑ کا یہ دعا کرنا۔ اور خدا کا اس دعا کو اپنی طرف منسوب کر لینا اس میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ میں نے رات اور دن کو بلایا۔ یہ بے معنی ہے۔ رات اور دن میں بلانے کا ایک مطلب تو یہ ہوتا ہے۔ کہ اس میں ناغہ نہیں کیا۔ سستی نہیں کی۔ کوتاہی نہیں کی۔ پوری کوشش صرف کی۔ مگر ایک اور بھی مطلب ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا۔ اور اس پر دنیا نے کفر کا فتویٰ لگایا ؛

دیکھو! انسان جو کچھ کھاتا ہے۔ اس کا اثر اس کی طبیعت پر پڑتا ہے۔ اور دنیا اسے تسلیم کرتی ہے۔ گوشت کھانے کا اثر طبیعت پر اور ہوتا ہے۔ سبزی کھانے کا اثر اور ہوتا ہے اسی طرح دنیا کی اور چیزوں کے اثرات ہیں۔ جو انسان کے جسم پر پڑتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ جو میں چمکنے والے ستارے۔ رات کو نکلنے والا چاند۔ تیز شعاعوں والا سورج ہماری طبائع اور اجسام پر اثر نہ ڈالتے ہوں۔ اگر دنیا کی ہر ایک چیز اثر ڈالتی ہے۔ تو ان چیزوں کا کیوں اثر نہیں پڑتا۔ پڑتا ہے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مگر لوگوں نے کہا۔ یہ کہنے سے شرک ہوتا ہے۔ اس لئے کفر ہے۔ حالانکہ شرک یہ ہے۔ کہ دنیا کے لوگ ستاروں کا اثر قضا و قدر اور قسمت پر سمجھتے ہیں۔ یہ شرک تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے۔ کہ ستارے طبعی اثر رکھتے ہیں۔ چاند کے اثرات ہیں۔ سورج کے اثرات ہیں۔ جو طبعی طور پر انسان پر پڑتے ہیں۔ دیکھو ایک آدمی ایک جگہ سے گذرتا ہے۔ تو وہاں کی حالت کا اس پر اثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں مقبرہ بہشتی میں جس دن جاؤں۔ بخار ہو جاتا ہے۔ ایک بیمار ہوتا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں۔ اسے فلاں جگہ بھیج دو۔ تاکہ آب و ہوا تبدیل ہو جائے۔ اور بسا اوقات جگہ بدلنے سے بیمار کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح کوئی مقام جنگل اور سمندر انسان پر اثر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح رات کی بات اثر کے لحاظ سے اور رنگ رکھتی ہے۔ بیسیوں آدمی ایسے نکل سکتے ہیں۔ جن کو دن کے وقت تبلیغ کی گئی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مگر رات کو کی۔ تو مان گئے۔ اسی طرح بیسیوں ایسے نکل سکتے ہیں۔ جنہیں رات کو تبلیغ کی۔ تو کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مگر د[illegible]۔ اسی طرح کئی ایسے نکل سکتے ہیں۔ جن کو صبح کے وقت تبلیغ [illegible] پچھلے پہر تبلیغ کرنے کا اثر ہوا غرض ہر وقت کا اثر علیحدہ [illegible] طبیعت سے [illegible]س کا خاص تعلق ہوتا ہے

یہ علوم ہیں۔ جنھوں نے سمجھا نہیں۔ وہ نادانی سے کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ستاروں کے اثرات ماننا شرک ہے۔ حالانکہ ان کے طبعی اثرات ہوتے ہیں۔ جو پڑتے ہیں۔ اور یہ ماننا شرک نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں میں نے رات کو بھی تبلیغ کی۔ تاکہ جو رات کے اثرات ہوتے ہیں۔ ان کے ماتحت مان لیں۔ اور میں نے دن کو بھی تبلیغ کی۔ تاکہ جو دن کے اثرات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ مان لیں۔ مگر میری ساری کوششیں بے کار گئیں۔ ایسے سنگ دل نکلے۔ کہ سورج کی تیز شعاعوں نے اور چاند کی خوبصورت چمک نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ اور نہ صرف انھوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ

**فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا** میری بات کا اثر تو ان پر ہوا۔ مگر الٹا۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی اصلاح کرتے۔ وہ اپنے پہلے مقام پر نہ ٹھہرے رہے۔ بلکہ اور پرے چلے گئے ۞

رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آنے پر بھی ایسا ہی ہوا۔ ابوجہل پہلے مشرک تھا مگر توحید کا دشمن نہ تھا۔ آپ کے آنے پر توحید کا دشمن ہو گیا۔ اور اس طرح گمراہی اور ضلالت میں اور بڑھ گیا ۞

ہمارے مبلغ اس نکتہ کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔ جو لیل و نہار کے متعلق میں نے بتایا ہے ۞

**وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ** اور جب کبھی میں نے انہیں پکارا۔ اس لئے کہ وہ تجھ سے معافی مانگیں۔ اور تو انہیں معاف کر دے ۞

**جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ** انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں ۞

ظاہری طور پر بھی لوگ انگلیاں ڈال لیتے ہیں۔ مگر یہ عام محاورہ ہے جب کوئی توجہ نہ کرے۔ تو کہتے ہیں۔ اس نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ یہاں یہی مراد ہے۔ کہ سننے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ قریب ہی نہیں آتے۔ بات ہی نہیں سنتے ۞

ان دنوں میں لوگوں کو قادیان میں آنے سے روکا جاتا ہے۔ اور عجیب عجیب طریق سے روکا جاتا ہے۔ ایک دوست نے سنایا۔ ایک مولوی صاحب کہہ رہے تھے۔ وہاں جادو کر دیتے ہیں۔ اور جاتے ہی حلوا دیتے ہیں۔ جو کھا لے۔ وہ پھنس جاتا ہے۔ میں جب گیا۔ تو مجھے بھی دیا گیا۔ مگر میں نے نہ کھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا صاحب فٹن میں مجھے اور مولوی نورالدین صاحب کو بٹھا کر سیر کو لے چلے۔ اپنی باتیں بتانے لگے اور کہا نبی مانو۔ خاتم النبیین مانو۔ میں نے لاحول پڑھا۔ تو حیران رہ گئے۔ اور مولوی نورالدین صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا اسے حلوا نہیں کھلایا تھا۔ انھوں نے کہا۔ کھلایا تو تھا۔ شاید اثر نہیں ہوا۔

مولوی صاحب کی یہ باتیں سنکر ایک معزز غیر احمدی بول اٹھا۔ مولوی صاحب میں غیر احمدی ہوں۔ مگر یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ وہاں تو یکہ بھی نہیں چل سکتا۔ کجا یہ کہ فٹن میں بٹھا کر آپ کو سیر کرانے کے لئے لے گئے۔ تو اس قسم کی باتیں کرنے [illegible]

**وَاسْتَغْشَوْا ثِيَا[illegible]** اور اپنے منہ پر پردہ ڈال [illegible] تے ہیں ۞

کئی لوگ ایسے ہوتے۔ جو ظاہری پردہ بھی ڈال لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سنا ہے۔ ایک شخص جب پاس سے گذرتا۔ تو منہ چھپا لیتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق عمرو ابن العاص خود کہتے ہیں۔ کہ میں آنکھ دیکھ نہ سکتا تھا۔ اتنی نفرت تھی۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ مگر اصل میں وہ لوگ مراد ہیں۔ جو خدا کے نشان دیکھتے ہیں۔ مگر فائدہ نہیں اٹھاتے ۞

**وَاَصَرُّوْا** پھر اصرار کرتے ہیں۔ اپنی بات پر ہی اڑے رہتے ہیں ۞

**وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا** پھر مجھے حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں میری کچھ حقیقت ہی نہیں ۞

**ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا** پھر میں نے تقریریں بھی کیں ۞ کلام کا اثر اور ہوتا ہے اور تقریروں کا اور۔ اس لئے کہا۔ میں نے عام تقریروں کے ذریعہ بھی انہیں سمجھایا ۞

**ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ** پھر میں نے مجلس میں بیٹھکر ان سے باتیں کیں۔ یہ بھی تبلیغ کا ایک رنگ ہے۔ بعض کو اس طرح اثر ہوتا ہے۔ عام تقریر سے نہیں ہوتا ۞

**وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا** پھر کبھی مجلس میں گفتگو کرنے سے اثر نہیں ہوتا۔ الگ جا کر سمجھانے سے ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ علیحدہ جا کر بھی میں نے ان سے باتیں کیں ۞

**فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا** پھر میں نے کہا۔ مجھ سے قصوروں کا اعتراف نہ کرو۔ میں تمہارے نزدیک جھوٹا آدمی ہوں۔ مگر خدا سے علیحدہ جا کر معافی مانگو۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے ۞

**يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ** تمہارے استغفار کا فائدہ تم کو ہی ہوگا۔ نہ مجھے اور نہ خدا کو۔ وہ آسمان کو تمہارے لئے کھول دیگا۔ اس طرح مینہ برسیگا کہ کھیتیاں خوب ہونگی۔ اور تمہارے اموال اور اولاد بڑھے گی ۞

**وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ** پھر تمہارے لئے باغات بنائے گا۔ باغات تمدن پر دلالت کرتے ہیں۔ اموال جنگلی لوگوں کو بھی مل سکتے ہیں۔ کھیتیاں۔ اولاد بھی ان کی ہوتی ہے۔ مگر باغات ان کے پاس نہیں ہو سکتے۔ یہ تمدن کو چاہتے ہیں۔ اس آیت میں گویا دونوں پہلوؤں کی زندگی کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا تمہیں بدوی زندگی بھی ملے گی۔ اور شہری بھی۔ دونوں حصوں میں ترقی ہوگی ۞

**وَيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا** یہ اور زیادہ ترقی کی طرف اشارہ ہے کہ بدویت اور پھر سیاست ہوگی جنت یعنی باغ ایک گاؤں والوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر نہر ایک گاؤں والوں کی نہیں ہو سکتی۔ جب تک نہر کے منبع سے لے کر دہانہ تک کا علاقہ اپنی مملکت نہ ہو۔ اس وقت تک نہر اپنی نہیں کہلا سکتی۔ تو فرمایا۔ تمہاری بدویت میں بھی اس قدر ترقی ہوگی۔ کہ تمہاری اپنی حکومت ہوگی۔ جس میں نہریں چلیں گی ۞